مسلسل اشاعت کے چوالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

522-23

صفر، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

فروری، مارچ 2009

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -100-0001

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 44
شمارہ نمبر --- 5-6
صفر، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
فروری، مارچ ۲۰۰۹ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

قرآن اکیڈمی لائبریری
20-3-09

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: سوات میں معاہدہ امن اور نظام عدل کے نفاذ کا خوش آئند اعلان۔..........

نااہل حکمران پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ	راشد الحق سمیع حقانی	۲
حرمین الشریفین میں پینتالیس سال قبل میری پہلی حاضری (۱۱)	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۴
آخرت میں جوابدہی کا احساس	مولانا حافظ انوار الحق صاحب	۱۳
قرآن عظیم کی آفاقیت اور اس کا فلسفہ کائنات	مولانا سعید الرحمٰن ندوی	۲۱
تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام (نعت)	حافظ مولانا محمد ابراہیم فانی	۳۹
ٹیکنالوجی کا جنون یا نمرودیت و فرعونیت جدیدہ	مولانا محمد حذیفہ وستانوی	۴۰
عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات	مولانا محمد عرفان الحق	۵۰
دور جدید میں اسلامی ٹی وی چینل کی ضرورت	مفتی مختار اللہ حقانی	۵۶
روسی مسلمان۔ اندیشے اور امیدیں	جناب سید جمشید احمد ندوی	۷۰
مولانا مدرار اللہ مدرار نقشبندی پر ایک نظر	جناب اکرام اللہ شاہد	۷۲
فضلاء حقانیہ کی تبلیغی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات	مولانا سید حبیب اللہ شاہ	۷۷
دارالعلوم کے شب و روز	جناب شفیق الدین فاروقی	۷۹
تعارف تبصرہ کتب	ادارہ	۸۰

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
Fax(0923)630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250، بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　راشد الحق سمیع حقانی

سوات میں معاہدہ امن اور نظام عدل کے نفاذ کا خوش آئند اعلان

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے　　　ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے

اغیار کو خوش کرنے کیلئے حکمرانوں نے جلتے ہوئے صوبہ سرحد اور سوات میں جو آگ سلگائی تھی، الحمدللہ گزشتہ دنوں اس کی تپش اور حرارت میں کافی کمی آ گئی جب صوبہ سرحد کی حکومت اور سوات کی معروف تنظیم تحریک نفاذ شریعت کے درمیان پشاور میں ایک تاریخی معاہدہ امن اور نظام عدل ریگولیشن ایکٹ پر دستخط ہوئے۔ اس اعلان سے صوبہ سرحد اور سوات کے نیم مردہ جانوں میں زندگی اور خوشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اور انہیں جینے کی ایک نئی امید اور نئی صبح دیکھنے کو ملی۔ گزشتہ ایک سال سے زائد وادی سوات جہنم کی وادی کا منظر پیش کر رہی تھی، حکومت اور تحریک طالبان میں خطرناک جنگ جاری تھی۔ جس میں ہزاروں افراد آگ و بارود کی نذر ہو گئے۔ اربوں روپوں کی جائیدادیں اور املاک ضائع ہو گئیں اور سرکاری عمارتیں اور پل تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ پوری وادی سوات میں موت کا سناٹا تھا، یہ کیوں ہوا؟ اس کا جواب حکمرانوں نامہ اعمال سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ کیوں انہوں نے امریکہ سے تعاون کر کے پرائی آگ کیلئے اپنا گھر بار اس میں تج دیا؟ اور کیوں وادی سوات کے باسیوں کے سالوں پرانے دیرینہ مسئلہ نظام عدل کے نفاذ میں لیت و لعل سے کام لیا؟ اور کیوں ماضی کے کئے گئے وعدوں سے بار بار انحراف اور وعدہ خلافی کس کے کہنے پر کی گئی؟ اب جبکہ سوات میں حکومتی رٹ بالکل ختم ہو گئی تھی اور صوبائی و وفاقی حکومتیں مکمل طور پر ناکام ہو گئی تھیں اور خطرہ یہ تھا کہ جلد ہی بچے کھچے صوبہ سرحد میں تحریک طالبان پھیل جائے گی تو بادل نخواستہ اے این پی کے سیکولر حکمران معاہدہ امن کرنے پر مجبور ہو گئے ورنہ کہاں نظام عدل کی تنفیذ کا اعلان اور کہاں اسفندیار ولی خان اور آصف علی زرداری؟

بہر حال اسے حالات کا جبر کہئے یا واقعات کا کرشمہ۔ لیکن اب تک کے اقدامات سے تو یوں لگ رہا ہے کہ صوبائی حکومت اس میں مخلص ہے۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے　　　پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

تحریک نفاذ شریعت کے ساتھ جمعیت علماء اسلام (س) اور اس کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کی وابستگی بہت پرانی ہے۔ ابتداء ہی سے ہم ان کے جائز مطالبے کا بھرپور ساتھ دیتے چلے آ رہے ہیں۔ اس معاہدہ کو کامیاب بنانے میں بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا بڑا عمل دخل در پردہ رہا ہے۔ معاہدہ کے دن بھی حضرت مولانا مدظلہ اس موقع پر موجود تھے۔ اور آپ نے صوبائی حکومت کے حکمرانوں کے سامنے حالات کی نزاکت کو بھانپنے اور سمجھداری سے کام لیتے اور نظام عدل ریگولیشن کی برکات سے انہیں آگاہ کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ صوبائی

حکومت اور وفاقی حکومت امریکہ اور مغربی ممالک کے دباؤ میں نہ آئیں اور اس معاہدہ کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات ایک کرکے کوششیں کریں۔ یہ ان کے عوام اور ان کے اقتدار کے لئے حقیقت میں بہتر ہے۔ امریکہ اور مغربی ممالک معاہدہ سے پہلے بہت خوش تھے کہ پاکستان اور صوبہ سرحد میں خانہ جنگی جاری ہے اور آگ جل رہی ہے جو ان کے ایجنڈے کا اصل پوائنٹ ہے اب جبکہ سوات اور صوبہ سرحد میں آگ کے شعلے کم ہوگئے ہیں تو یہی آگ اب ان کے دلوں میں لگ گئی ہے کہ صوبہ سرحد میں امن کیوں قائم ہوگیا ہے اور نظام عدل کیوں نافذ کیا جارہا ہے؟

خدا کرے کہ اس اعلان کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے تاکہ علاقہ کے عوام نے اس پر جس خوشی کا اظہار کیا تھا وہ عارضی ثابت نہ ہو ورنہ شاید پھر اس کا ردعمل مزید بھیانک اور خوفناک سامنے نہ آئے۔

نااہل حکمران پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ

بدقسمت پاکستان کا تار تار دامن اپنے اندر کتنے خاردار کانٹے روزِ اول ہی سے دیکھتا چلا آرہا ہے۔ ہر سال، ہر مہینہ اور ہر روز نت نئی آزمائشیں، مصیبتیں اور امتحانات اس کے رخِ تاباں کی روشنی مدھم کرتی چلی آرہی۔ خطہ ارض کا سب سے زیادہ شوریدہ اور پوری دنیا میں سیاسی عدم استحکام کے حوالے سے دن بدن اس کی شہرت خراب ہوتی چلی جارہی ہے۔ ان سب خرابیوں کی اصل جڑ پاکستان کے نااہل ترین حکمران ہیں۔ ہر آنے والا حکمران پہلے سے زیادہ نالائق اور نااہل ثابت ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے کم رتبے والے، کم ذہن والے اور ناتجربہ کار اور دین و اسلام کی تعلیمات سے ناآشنا لوگ مسندِ اقتدار پر قابض ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اسی لئے پاکستان کی موجودہ تصویرِ پریشاں دنیا کے سامنے ابھر آئی ہے۔ ؎ میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو گری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں اسی سلسلے کی ایک اور خرابی صدر پاکستان کی صورت میں گزشتہ ایک سال سے ملک و ملت کے مقدر و اختیار پر چھائی ہوئی ہے۔ جس نے اپنے عاقبت نااندیش اقدامات اور پے در پے وعدوں کے انحراف اور امریکی آقا کی غلامی کی بجا آوری کے باعث ملک و قوم کو کہیں کا نہ چھوڑا۔ موجودہ حکومت کا طرزِ حکمرانی پرویز مشرف کی آمرانہ حکومت کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ عوام دونوں حکومتوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ وہی غلامانہ خارجہ پالیسی بلکہ اس سے بھی دو چار قدم آگے بڑھ گئے ہیں موجودہ حکمران۔ معاشی ابتری کے ریکارڈ بھی ان لوگوں نے توڑ دیئے ہیں اور ایک بار پاکستان کو آئی ایم ایف کے شیطانی پنجے میں دوبارہ پھنسا دیا ہے۔ صوبہ پنجاب میں حالیہ اقدامات نے ملک اور وطن کو مزید خرابیوں اور فسادات سے دو چار کر دیا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ حکمران ملک کی ابتر صورت حال کی سلجھاؤ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتے، انہوں نے پنجاب میں گورنر راج قائم کرکے دوبارہ ہارس ٹریڈنگ اور چھینا تانی کا سلسلہ دراز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو عقل و شعور سے نوازیں اور انہیں ملک و ملت اور نفاذ شریعت کے بارے میں بہترین فیصلوں کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

قسط نمبر (۱۱) رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفرحج کے احوال و مشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

مدینہ اور صاحب مدینہ "صلی اللہ علیہ وسلم" سے اولیاء امت کی والہانہ وابستگی

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کیے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یادداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد و ہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک و اضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ اور اب قارئین کی خواہش اور اصرار پر ان میں مفید اضافے بھی کچھ کئے جا رہے ہیں۔ [(مولانا) سمیع الحق]

مدینہ اور صاحب مدینہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کے بارہ میں مذکورہ الصدر اکابر کے تاثرات والے شہر کو چھوڑتے ہوئے ایسے ہی احساسات اور کیفیات کے ساتھ بوجھل قدموں کے ساتھ صبح ناشتہ کر کے ریل کی پٹڑی کے راستہ موقف (بس سٹینڈ) آئے اور پونے دو بجے صبح (عربی ٹائم) چھوٹے سے بس میں تیرہ ریال پر جدہ روانہ ہوئے ___ ذوالحلیفہ (میقات مدینہ) یعنی بیر علی پہونچے تو ایک ریال پر ایک ڈول پانی لے کر کچے بنے ہوئے غسل خانوں میں غسل کیا احرام باندھا اور دو رکعت پڑھ کر تلبیہ پڑھی ___ **لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک** ___ الحمدللہ اب ہم حالت احرام میں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد بس ذوالحلیفہ سے فراٹے بھرتی ہوئی جدہ روانہ ہوئی ظہر کے قریب رابغ پہونچے' مسجد کے مقام پر تفتیشی عملہ نے شیخ بن

باز کے ورقات کو دیکھ کر اطمینان ظاہر کیا' رابغ کے ایک ہوٹل میں کھانے میں مچھلی کھائی اور اسی ہوٹل میں چند ساتھیوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی' سوا نو بجے جدہ پہونچے سامان ایک بس میں رکھا' ڈھائی روپے معہ سامان جدہ سے مکہ تک کرایہ پڑا' جدہ کے اڈہ سے نکل کر بس باہر کھڑی ہوگئی' ہم نے ایک ہوٹل میں عصر کی نماز پڑھی۔ بس ٹائر بدلنے کے بعد روانہ ہوئی راستہ میں دو تین جگہ کاغذات وغیرہ کی تفتیش کے لئے بس رکی' ہمارے کاغذات پر بھی ایک جگہ دخول (انٹری) کے مہر لگا دیئے گئے۔

اور اب اللہ کے شہر بلد الحرام میں:

مغرب کی نماز ہو رہی تھی کہ ہم مکہ معظمہ داخل ہوئے۔ **شر فھا اللہ و ادامھا** ایک تفتیشی مرکز پر بس رکی تو ہم نے دو سڑکوں کے درمیان پارک میں مغرب کی نماز پڑھی وہاں سے روانہ ہو کر بس نے باب ابراہیم کے بالمقابل حرم شریف کے متصل اتار دیا۔ ہم نے ایک عروبۃ الحمار (گدھا گاڑی) چار ریال میں لی' اور حارۃ الباب کے مدرسہ صولتیہ آئے ہمارے رفیق سفر مولانا زین العابدین پشاوری نے جو مدینہ سے پہلے چلے آئے تھے اوپر کی منزل کی ایک برآمدہ میں ہمارے بستروں کی جگہ مخصوص کر رکھی تھی' وہاں سامان رکھا بستر بچھائے وضو کیا حرم جانے لگے تو راستہ میں ایک جگہ جماعت ہو رہی تھی ہم نے بھی فریضہء عشاان کے ساتھ ادا کیا بعد از صلوٰۃ ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور اطمینان و فراغت سے حرم شریف شرفہا اللہ میں داخل ہوئے بیت اللہ الامین کے دیدار سے مسرور ہوئے' جو بقعہ نور بنے ہوئے مسجد حرام میں سیاہ غلاف لپیٹے ہوئے کائنات کو دعوت نظارہ دے رہا ہے' جس کی رعنائی' زیبائی' جلال و جمال' شوکت وحشمت عظمت و شرافت جاذبیت اور مقناطیسیت کا رہتی دنیا تک احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللھم زد ھذا البیت تشریفاً و تعظیما و تکریما و مھابۃً و زد من شرفہ و کرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفاً و تکریماً و تعظیما و برا اللھم انت السلام و منک السلام فحینا ربنا بالسلام.

(ترجمہ) اے اللہ اس گھر کی شرافت عظمت کرامت اور دبدبہ کو اور بڑھا دے اور جو بھی حاجی یا معتمر اس کی تعظیم کرے اس کی عزت و کرامت بڑھا دے اے اللہ تو سلام ہے سلامتی تیری طرف سے ہے ہم پر بھی سلامتی بھیج دے۔

ساری تھکاوٹ اور صعوبت کافور ہوگئی اسی وقت طواف و سعی کی حلق کر کے فارغ ہوگئے اور مدرسہ صولتیہ آ کر سو گئے۔ بات آگے بڑھانے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ مناسک حج اور اسلام کے اس عظیم الشان عبادت حج' احرام تلبیہ طواف' سعی' رمی' جمرات' قربانی اور منیٰ و عرفات کے روح اور فلسفہ کو اجاگر کیا جائے تاکہ سفر نامہ کے قارئین اپنے سفر حج کے دوران حج کی حقیقت و حکمت سے آگاہ ہوں اور اس کے عاشقانہ پہلو جذب و سوز اور عشق الٰہی کے احساسات کو اپنے اندر پیدا کر سکیں۔ حج کی حکمت اور فلسفہ سے آگاہی کے بغیر آج کل مناسک حج اکثر حجاج کیلئے محض

چند روایتی رسوم بن کر رہ گئے ہیں جس سے نہ روح بیدار ہوتی ہے نہ قلب پر تنگ و دو اثر انداز ہو سکتی ہے۔اس سلسلہ میں اکابر دیوبند کے سرخیل امام محمد قاسم نانوتویؒ جیسے حضرات اکابر نے منفرد انداز میں روشنی ڈالی ہے۔اسرار حج پر ان کے ان حکیمانہ معارف کو دیگر اکابر نے بھی اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔اپنے آخری سفر حج میں جو بحری صعوبتوں اور مشکلات سے لبریز تھا۔حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے سمندری جہاز میں اپنے رفقاء حج سے خطاب کیا اور اپنے روح پرور خطاب میں حضرت نے جس انداز میں عبادت حج پر روشنی ڈالی اس نے نہ صرف سامعین کو تڑپا کر رکھ دیا بلکہ یہ خطاب آج تک حج کے اسرار و رموز' تقاضوں اور آداب کو ملحوظ رکھنے میں ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔جی چاہتا ہے کہ سفرنامہ کے حوالے سے یہ خطاب عشاقِ حرمین اور حجاج کرام کے سامنے آ جائے

آخری سفر حج میں حضرت شیخ الاسلام مولانا نانوتویؒ کا بحری جہاز کے عرشہ پر حجاج کرام سے خطاب:

''میرے بزرگو! روزہ' حج یہ دو عبادتیں اللہ تعالیٰ کی صفت محبوبیت کی بناء پر مقرر کی گئیں اور نماز' زکوٰۃ اللہ کی صفت مالکیت کی بناء پر۔اب دیکھو اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے' پھر دوسروں سے بھی محبت رکھتا ہے تو اسے جھوٹا کہتے ہیں۔محبوب کے علاوہ سب کو چھوڑ دینا محبت کا تقاضا ہے۔

من کان یرجولقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا (۱)

اللہ تعالیٰ کا جمال گوارا نہیں کرتا کہ دوسرے سے بھی محبت کی جائے پہلی منزل محبت کی یہ ہے کہ محبوب کے سوا سب سے منہ پھیر لو۔روزہ میں کھانا پینا اور بیوی سے ہمبستری کو چھوڑ دیتے ہیں۔یہ عام لوگوں کیلئے ہے' مگر خواص کا روزہ یہ ہے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دیں اور اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ ذاتِ مقدسہ کے سوا سب کو چھوڑ دیں۔غیر اللہ کو سامنے بھی نہ لائیں۔یہ عشق کی پہلی منزل ہے۔رمضان گزرا شوال سے عشق کی دوسری منزل شروع ہوئی' دوسری منزل یہ ہے کہ محبوب کے در و دیار کی طرف توجہ کی جائے جہاں اس کا کوچہ ہے' جہاں اس نے دوسروں کو نوازا ہے' وہاں جایا جائے اس کے در و دیوار کے پاس پہنچا جائے اور جمالِ محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اس کے گھر کے اردگرد دیوانہ وار پھرا جائے اس کے در و دیوار سے چمٹ کر اس کے سنگ در کو بوسہ دیا جائے۔

امر علی الدیار دیارِ لیلیٰ | اُقبل ذاالجدار وذالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی | ولکن حب من نزل الدیارا (۲)

---

(۱) جو وصالِ مولیٰ کی امید رکھتا ہے تو عمل صالح اختیار کرے اور اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

(۲) لیلیٰ کی بستیوں سے گذرتے وقت کبھی ایک دیوار چومتا ہوں' کبھی دوسری' در و دیوار کی محبت نے مجھے سراسیمہ نہیں بنایا بلکہ ان کے مکینوں اور باشندوں نے جو اس میں کسی وقت اترے تھے

مجنوں کہتا ہے کہ میں دیار محبوب پر پہنچتا ہوں تو اسکے در و دیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور مجھ کو ان در و دیوار نے مجنوں نہیں بنایا بلکہ گھر والے نے (من نزل الدیار) نے مجنوں بنایا ہے۔ جس قدر دیارِ محبوب سے قریب تر ہوتے جاؤ آتش شوق بھڑکتی جائے۔ ؎ وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش عشق تیز تر گردد

عاشق کو کہاں زیبا ہے کہ عشق ہو اور لوگوں سے لڑے جھگڑے اس پر شہوت کا غلبہ اور معشوق کی نافرمانی کا صدور ہو۔ فمن فرض فیهن الحج فلارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج

عاشق ہمیشہ سرنگوں رہتا ہے' عشق کا تقاضا ہے کہ کسی سے لڑائی جھگڑا نہ ہو اگر سچا عاشق اور سچی محبت لے کر نکلے ہو تو ہر چیز سے بالاتر ہو کر محبوب سے لپٹ جاؤ۔

میرے بھائیو! اللہ پاک کے گھر کی طرف جا رہے ہو اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آئیں گی۔ ہمیشہ لڑائی جھگڑے سے بچتے رہو اور یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ خدائے پاک مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہارے ہر حال کو دیکھتا ہے۔ اس کا نام لیتے ہوئے لبیک اللهم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک کہتے ہوئے چلو یہ آواز بلند کرتے ہوئے اللہ پاک کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے تواضع وسکون کے ساتھ چلو جس قدر ممکن ہو صبح وشام دوپہر چڑھتے ہوئے اترتے ہوئے ہر حال میں لبیک اللّٰهم لبیک .الخ پڑھتے رہو۔ لاشریک لک بار بار کہا جاتا ہے۔ سوائے تیرے ہمارا کوئی محبوب نہیں۔ سلے ہوئے کپڑے اتار دو خوشبو بھی ترک کر دو' دو کپڑے بغیر سلے ہوئے پہن لو سر کو ننگا رکھو جوتا پہنو' مگر پیر کے اوپر کی ہڈی ابھری ہوئی رہے چھپنے نہ پائے' سُرمہ نہ لگاؤ' خوشبو نہ لگاؤ' بالوں کو نہ سنوارو' نہانا ضرورت شرعیہ سے جائز ہے' خوشبو لگانا' بالوں کو اکھاڑنا' سنوارنا جائز نہیں۔ شکار مت کرو' غرض کہ دیوانوں کی صورت بناؤ یہ چیزیں تو اس کیلئے ہیں جو ہوش وحواس میں ہو' عشاق کو اتنا ہوش کہاں ہے۔

نوبہارست جنوں چاک گریباں مددے آتش افتاد بجان جنبشِ داماں مددے

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک اس کو سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا

عشق میں تیرے کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو عیش ونشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

جس قدر مکہ معظمہ سے قریب تر ہوتے جاؤ دیوانگی اور جنون کے آثار بڑھتے جائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ وخانہ کعبہ میں آثار صفت جمالیہ ظاہر ہیں۔ ہم کورے ان بزرگوں کی اطاعت و پیروی میں جو یہ آثار دیکھتے ہیں۔ اللہ کے گھر کے گرد سات چکر لگاتے ہیں۔ صفا ومروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ بہرحال یہ عبادت مظہر عشق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محبوب اسکے اندر اسباب محبت باتم الوجوہ پائے جاتے

ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی حقیقتاً محبوب ہیں۔یہ حج اسلیئے فرض کیا گیا کہ اسی محبوب حقیقی کے پروانے بنو۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا، عاشق کو عشق کی راہ میں کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اور وہ ناصح کو پتھر مارتا ہے۔جب حضرت اسماعیلؑ جان کی قربانی دینے جارہے تھے تو راستہ میں تین جگہ ناصح نادان شیطان نے اسے سمجھایا باپ کے ساتھ کہاں جارہے ہو۔انہوں نے پتھر مارے۔اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کو ذبح ہونے سے بچالیا اور جنت کے مینڈھے کو ذبح کرادیا۔یہ اب شریعت ہے کہ مینڈھے اور دنبے کو ذبح کرنا گویا بیٹے کو ذبح کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عشق لیکر جارہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز وانکسار اختیار کرو، جملہ عاشقوں کے سردار آقائے نامدار حضرت ﷺ پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھتے ہوئے تلاوت کر کے ہدیہ کیجئے۔اس راہِ عشق کے سردار آنحضرت ﷺ ہیں۔اسلیئے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفرو اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدو اللہ توابا رحیما۔ ہمارے آقا جناب حضرت محمد ﷺ تمام امت کیلئے بلکہ تمام عالم کیلئے رحمت ہیں۔آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو یارسول اللہ ہم حاضر ہوئے ہیں۔ہمارے لئے حج کی قبولیت کی دعا کیجئے۔شفاعت فرمایئے، پھر جناب باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹا جائے تاکہ آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے۔

میرے بھائیو! حج کے ایام میں سب سے زیادہ مقدس وقت وقوف عرفہ کا دن اور مزدلفہ کی رات ہے۔ایسا وقت نہیں ملے گا۔میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ بیوقوفی کی وجہ سے اس مقدس وقت کو بات چیت، کھانے پینے میں صرف کر دیتے ہیں۔دیکھو بے وقوفی مت کرو اس وقت کو بے کار مشغلوں میں ضائع مت کرو۔اللہ اللہ کرو، تسبیح پڑھو، تلاوت کرو، درود پڑھو، دعا کرو۔جبل رحمت کے پاس جانا ضروری نہیں۔میدان عرفہ میں جہاں ہو توبہ واستغفار کرو۔بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی صورت اور سیرت سے بیزار ہیں۔ڈاڑھی منڈواتے ہیں۔حضور ﷺ نے حکم دیا ہے۔بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔عبداللہ بن عمرؓ ایک مٹھی پکڑ کر کٹاتے تھے، ایک مٹھی سے کم کو کتروانا صورت وسیرت محمد یہ سے نفرت کرنا ہے۔دیکھو سکھ ایک بال پر قینچی نہیں لگاتے شرم سے مرجانا چاہیے کہ مسلمان کو ایسا بڑا رسول ملا کہ کسی قوم کو نہیں ملا۔اور پھر بھی خود مسلمان ایسے پیارے رسول کی سیرت وصورت سے بیزاری کا اظہار کرے۔

میرے بھائیو! اس سے بچو۔آقائے نامدار محمد ﷺ کی صورت وسیرت کے عاشق بنو۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم

محمد ﷺ جو محبوب ہیں اللہ کے اگر ان کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ تم محبوب خدا بن جاؤ گے۔ یحببکم اللہ اللہ تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ تمہارا بیٹا تم کو بہت محبوب ہے۔ اگر کوئی لڑکا تمہارے بیٹے کی صورت میں تمہارے سامنے آجائے تو بے اختیار تم کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ان کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو، صورت اور سیرت کی تابعداری کرو تو اللہ تعالیٰ کے تم بھی محبوب بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کرو، توبہ کرو، اس سے مایوس نہ ہو جب تک موت نظر نہ آئے، توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں حتی الامکان کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے، جیسا کہ اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح بیباک بھی مت بنو، اس سے ہر وقت ڈرتے رہو، چلتے پھرتے کھاتے پیتے، سوتے جاگتے ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہو۔ اگر ذکر کی عادت ڈالو گے تو سوتے وقت بھی ذکر جاری رہے گا اور مرنے کے وقت آخری سانس تک ذکر جاری رہے گا۔ اور مرنے کے بعد جب اٹھو گے اور قیامت قائم ہوگی تو آقائے نامدار ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ ____

دعا کرو کہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو اور آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین۔"

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے جانثار اور عاشق زار تلمیذ رشید شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ جن کے مسند حدیث کو اللہ تعالیٰ نے ان کے شیخ اور مرشد مولانا مدنی کے بعد سب سے زیادہ مرجعیت عطا فرمائی اور دارالعلوم دیوبند کے مسند تدریس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے مسند حدیث کی صورت میں نہ صرف برصغیر کا بیشتر حصہ بلکہ پاکستان کے مغربی سرحدات کو عبور کر کے پورا افغانستان اور سنٹرل ایشیاء کے بیشتر حصے سرحد و بلوچستان اور اس کے قبائلی علاقے مستفید اور مالا مال ہو رہے ہیں اور آج دارالعلوم حقانیہ میں ان کے مسند حدیث پر بیٹھنے والے ان سے نسبت تلمذ رکھنے والے مشائخ حدیث سے ہر سال ہزار ڈیڑھ ہزار سے زائد فضلاء اقصائے عالم میں پھیل رہے ہیں اور شیخ الاسلام مولانا مدنی کا فیض بلا مبالغہ ہمہ گیری اور عالمگیری کے لحاظ سے ان کے حقیقی جانشین اپنے دور کے امیر المومنین فی الحدیث شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ سے پھیل رہے ہیں، انہوں نے اپنے دروس اور خطبات وارشادات میں اپنے اکابر مولانا نانوتوی شیخ الہندؒ اور اپنے استاذ مولانا مدنی کے علوم و معارف کو اپنے انداز میں آگے بڑھایا۔

حج کے اسرار و معارف پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم نے اپنے اکابر کے انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

<u>حج عشق کا تیسرا مرحلہ:</u> الغرض عشق اور محبت الٰہی کی جو آگ رمضان المبارک سے بھڑک اٹھی تھی، وہ سلگتی رہی، عشق میں ترقی ہوتی رہی، کھانا پینا چھوڑ دیا اس کے بعد گھر بار بھی، مگر جب عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوا تو گھر بار کے ساتھ گاؤں، ملک اور وطن سے بھی دستبردار ہوا۔ اب عشق جب آخری مرحلہ پر پہنچا تو محبوب حقیقی کی تلاش میں

ملک ملک اور صحرا بصحرا پھرنے لگا۔ اس حالت میں نہ اسے آرام وراحت کا خیال ہے' نہ اپنی صفائی اور زیب و زینت کا اور نہ دکان کی خبر ہے' نہ زمین اور تجارت کی۔ اہل وعیال سے دور مارا مارا پھرتا ہے' سر کے بال بڑھے ہوئے ہیں' بدن میلا کچیلا ہے' بدن پر دو چادریں' جوئیں رینگتی ہیں' مگر اسے کسی چیز کی خبر نہیں' اگر کسی نے مارا پیٹا' گالیاں دیں' تو جواب نہیں دیا' فحش گوئی' بے حیائی اور نفس پروری کا تو احتمال تک نہیں' عشق کی یہ حالت اسلام میں ''حج'' سے تعبیر کی جاتی ہے' اور روزوں کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہر حج شروع ہوجاتے ہیں' گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آ بیٹھا تو وہاں خیال آیا کہ خدا کا گھر اور محبوب کی تجلیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے' تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفر حج پر روانہ ہوجاتا ہے' تصور یار میں مجنون کی طرح نغمے الاپتا ہے کہ وہ عشق میں پرند چرند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے: باللہ یا ظبیات القاع قلن لنا الیلای منکن ام لیلیٰ من البشر
اے آہوان صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجیو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے زمرہ میں سے ہے مگر اس عاشق حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔

تلبیہ اور طواف: لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک جب اس کے گھر پر نظر پڑ جاتی ہے تو دیوانہ وار اس کا طواف کرنے لگتا ہے' کبھی ایک کونہ اور کبھی دوسرا چھوتا ہے کہ کہیں تو معشوق کا سراغ لگ جائے۔

منیٰ اور عرفات: پھر وہاں سے خیال آیا کہ شاید آبادی سے باہر محبوب ملے تو دیوانگی میں صحرائے عرفات پہنچتا ہے' وہاں سے مزدلفہ اور منیٰ' غرض جہاں بھی امید لگے وہاں ڈیرا ڈالتا ہے کہ وصال اور رضائے محبوب حاصل ہو۔

رمی: درمیان میں ناصح نادان نے ملامتی شروع کردی لعین ابلیس دل میں وساوس ڈالنے لگا کہ یہ عشق تمہیں کہاں کہاں پھرائے گا۔ اس عشق نے تمہیں دیوانہ بنادیا اس محبت خداوندی کے چکر سے نکل آؤ تو عاشق خداوندی سات پتھروں سے اسے مارنے لگتا ہے جس کا نام ہے رمی جمرات۔

عشق کا آخری مرحلہ قربانی: عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عشاق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہوجائے' جیسے پروانہ عاشق مجازی ہے شمع کا' تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی لو میں غوطہ لگا کر جان دے دیتا ہے۔ ع کار عاشق خون خود بر پائے جاناں ریختن
تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کردیتا ہے' مگر محبوب حقیقی کی طرف سے ندا اور آواز پہنچتی ہے کہ لا تقتلوا انفسکم تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اپنی جان کے بدلہ کسی محبوب جانور دنبہ یا گائے یا اونٹ کو ذبح کردو' یہ تمہاری جان کے بدلہ میں جان ہے۔ جو ہم تمہاری قربانی کی بجائے منظور کرتے ہیں۔

اساسی عبادات باہمی مربوط ہیں: تو بھائیو! کسی کی فرمانبرداری کا خوف یا طمع یا محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے' خداوند کریم مالک نفع وضرر ہے تو خوف وطمع دونوں پائے گئے اور موصوف باوصاف الکمالیہ ہے اور محسن ہے اور محبوب کی فرمانبرداری عاشق کیلئے موجب اطمینان وتسکین ہے اور حج اور روزہ سراسر محبوب کے حسن و جمال

کے جلووں کا تقاضا ہے اور اس کے فضل وکمال کا آئینہ دار ہے اور نماز زکوٰۃ اس کی عظمت و جبروت اور جلال کا تقاضا اور اس لحاظ سے اسلام کی یہ اساسی عبادات ایک دوسرے سے مربوط ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں محبوب حقیقی کے جلال و جمال کا صحیح احساس بندگی کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

(اقتباس از دعوات حق ۔ مجموعہ خطبات مرشیہ احقر سمیع الحق)

O

صبح سویرے حرم شریف گئے ایک مجمع سے تبلیغی دوستوں نے دیکھ کر اپنی طرف بلالیا حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی امیر التبلیغ تقریر کرر ہے تھے' دھوپ چڑھے تک تقریر سنتے رہے مگر غلبہ نیند کے وجہ سے نشاط نہ رہا اور پورا نہ سن سکے' چلے آئے اور مولانا منظور چنیوٹی کے ساتھ برادرم عبدالرؤف بہودی والے کی تلاش میں نکلے کافی دیر کے بعد معلم مکی مرزوقی کے دفتر میں ان کو پایا انہوں نے حرم شریف کے متصل محلہ شامیہ میں اپنے لئے حاصل کئے گئے کمرہ میں ہمارے لئے بھی جگہ مخصوص کر رکھی تھی' وہاں جا کر آرام کیا حرم شریف کے قریب جگہ پا کر بڑی راحت ہوئی اور اب ہم صولتیہ سے منتقل ہو کر حرم کے بالکل قریبی جوار میں رہائش پذیر ہو گئے۔ عرب شاعر نے اس قرب ودوری کا کس انداز میں ذکر کیا۔ نزلوا بمكة فی قبائل هاشمٍ ونزلت فی البيداء بعد المنزل

اس قرب و بعد کا سفر عشق میں اتنا شکوہ بھی مناسب نہیں کہ ع بُعدِ منزل نہ بود در سفر روحانی اور کسی نے کہا کہ

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست می بینمت عیاں و ثنای فرستمت

مگر پھر بھی ناسپاسی ہوگی کہ اس ظاہری قرب اور اتصال جوارِ حرم کا شکر یہ ادا نہ کیا جائے۔ فالحمدللہ علی نعمائہ

۲ ذی الحجہ بروز منگل: ایک دوست ملا اور کہا کہ مانکی شریف کے میر حسن خان مرحوم کے ملازم اجمل خان آپ کے تلاش میں ہیں' مرحوم ہمارے علاقہ کے نہایت سرکردہ افراد میں سے تھے اور حضرت والد صاحب کے مخلصین میں سے ان کا یہیں مکہ مکرمہ میں اچانک حرکت قلب سے انتقال ہوا میں اس دوست کو لے کر معلم عبدالقادر نصیر کے جگہ گئے' اور اس شخص سے ملے انہوں نے خان صاحب مرحوم کے آخری احوال بیان کئے تھوڑی دیر بعد وہاں سے واپس ہوئے بعد از عصر صولتیہ جا کر شیخ الحدیث مولانا زکریا مدظلہ سے ان کے قیام گاہ میں ملے' تھوڑی دیر گفتگو سے مستفید ہوئے فرمایا کہ لامع الدراری کی دوسری جلد میری سہارنپور سے روانگی کے وقت چھپ چکی تھی' اور اوجز المسالک شرح موطا مالک بھی مکمل ہو چکی ہے۔ وہاں سے حرم شریف آئے حرم میں ہمارے استاذ حضرت مولانا شالپین صاحب حق صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا سید احمد شالپین سے ملاقات ہوئی ان کے بڑے بھائی ہمارے استاذ مرحوم کا ۱۳۷۴ھ میں رمی رات کے دوران انتقال ہوا تھا' معقولات میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور منطق اور فلسفہ کی بعض کتابیں میں نے ان سے پڑھی تھیں۔

۳ر ذی الحجہ بروز بدھ : بعداز عصر اجمل خان کے ساتھ جنت المعلی (۱) گیا وہاں میر حسن خان مرحوم کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور بعض لوگوں کی نشاندہی پر حضرت عبداللہ بن زبیر اور انکی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ اور بعض دیگر قبور پر بھی فاتحہ خوانی کی یہاں بنے بنائے قبور ہیں' ایک عرصہ بعد میت کے مٹی شدہ جسم کے اجزاء ہٹا کر نئے مردہ کو اس میں دفنا دیتے ہیں ان قبروں کے باہر ایسے ڈھیر کے ڈھیر پڑے دیکھ کر طبیعت بے حد متاثر ہوئی انسان کا دنیائے فانی کا انجام اور پھر بعث بعد الموت کے لئے قدرت خداوندی کی بے پناہ کامل اور مکمل وسعت اور انسان کی بے بسی اور بے ثباتی کا یہ ایک عبرتناک منظر سامنے تھا اور منکرین بعثت کا استعجاب ___ اور خلاق علیم کا جواب دل ودماغ پر حاوی ہوگیا **قال من یحییٰ العظام وھی رمیم قل - بلی قدرین علی ان نسوی بنانه - اذا متنا و کنا ترابا ذلک رجع بعید (الآیة)**

---

(۱) <u>جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں مدفون چند اکابر دیوبند:</u> مکہ مکرمہ کا یہ مقبرہ جنت المعلیٰ تو جنت البقیع مدینہ منورہ کی طرح صحابہ تابعین اہل بیت ائمہ امت کی آخری آرام گاہ ہے۔ ہر دور میں سعادتمند اور نیک بخت افراد کو اللہ تعالیٰ نے اس گنج گرانمایہ میں جگہ دی ہے۔ حال ہی ایک نوجوان عالم مولانا محمد آفرین سواتی نے صرف اکابر دیوبند کی ایک فہرست سرسری طور پر مرتب فرمائی جو جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں آسودہ خواب ہیں۔ انکی تفصیل یہاں دی جارہی ہے:

<u>جنت المعلیٰ میں مدفون علمائے دیوبند:</u> حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (م ۱۸۹۹ء)۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (م ۱۳۰۸ھ) مولانا صادق الیقینؒ (م۱۹۰۶ء) حضرۃ مولانا محمد سعید کیرانویؒ (م۱۹۳۹) حضرۃ مولانا حبیب اللہ فرزند مولانا احمد علی لاہوریؒ (م۱۹۷۴) حضرۃ مولانا خیر محمد مکیؒ (م۱۹۷۴ء)۔ حضرت مولانا محمد سلیم کیرانویؒ (م ۱۹۷۷ء)۔ مولانا محمد یامین کاندھلویؒ (م۱۹۸۱ء) حضرت مولانا مفتی محمد خلیلؒ (م۱۹۸۲ء)۔ حضرت مولانا مسعود شمیم کیرانویؒ (م۱۹۹۱ء)۔ مولانا شفیع الدین نگینویؒ۔ علامہ سید عبدالرحمٰن کاندھلویؒ۔ مولانا محمد شریف جالندھریؒ (م۱۴۰۱ھ)۔ حضرت مولانا مظفر احمدؒ (م۱۴۲۶ھ)

<u>جنت البقیع میں مدفون علماء دیوبند:</u>

حضرۃ شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ (م۱۸۷۹ء) حضرۃ مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ (۱۲۸۳ھ) حضرۃ شاہ رفیع الدین دیوبندی (م۱۳۰۸ھ) مولانا سید جمیل احمد مہاجر مدنیؒ (م۱۳۲۲ھ) مولانا سید محمد صدیق مہاجر مدنیؒ (۱۳۳۱ھ) مولانا سید احمد مہاجر مدنیؒ (۱۹۳۹ء) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (م۱۳۴۶ھ) مولانا سید محمود احمد مدنیؒ (۱۹۷۱ء) حضرت مولانا شیر محمد گھوٹویؒ (م ۱۳۸۶ھ) حضرت مولانا عبدالشکور دیوبندؒ (م۱۹۶۳ء) مولانا شیخ عبدالحق نقشبندی مدنیؒ۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ مہاجر مدنیؒ۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ (م ۱۹۶۵ء) حضرت مولانا عبدالغفور عباسیؒ (م ۱۹۶۵ء) مولانا انعام کریمؒ (م ۱۹۷۹ء) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ (م ۱۹۸۲ء) حضرت مولانا عبدالحنانؒ (م ۱۹۸۶ء) حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ (م ۱۹۸۷ء) حضرت مولانا ہاشم بخاریؒ (م ۱۹۸۸ء) مولانا سعید احمد خانؒ (م ۱۹۹۸ء) حضرت ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھرویؒ (م ۲۰۰۰ء) صوفی محمد اقبالؒ (م ۲۰۰۰ء) حضرت مفتی عاشق الہیٰؒ (م ۲۰۰۲ء) سید حبیب محمود احمد مدنیؒ (م ۲۰۰۳ء) حضرۃ مولانا رشید الدینؒ (م۲۰۰۳ء) حضرۃ مولانا منظور احمد الحسینیؒ (م۲۰۰۵ء) مولانا عبدالقدوس دیوبندی اور عظیم مجاہد رہنما مولانا محمد یونس خالص حقانی (م۲۰۰۷ء)

O___O___O

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

آخرت میں جوابدہی کا احساس

آخرت کی ہولناکیاں اور صحابہ کرامؓ کا خوف آخرت

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم .

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ (آیت ۲۶ سورۃ النزعٰت)

ترجمہ: اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور روکا ہو اس نے اپنے نفس کو خواہش سے، پس جنت ہی اسکا ٹھکانہ ہے۔

وفی مقام آخر قال اللہ عزّ وجل ولمن خاف مقام ربہٖ جنّتٰن (آیت ۲۶ سورۃ رحمان)

ترجمہ: اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے سامنے اس کے لیے (جنت میں) دو باغ ہیں۔

گذشتہ جمعہ کے معروضات کا خلاصہ آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ آرزو اور مقصد اعظم تو ہر مسلمان کا یہی ہے کہ اسے جنت حاصل ہو لیکن وہ کیسے حاصل ہوگی اس کے حصول کا مختصر مگر جامع راستہ اور گُر کونسا ہے؟

معالج روحانی پر اعتماد:

ان دونوں آیات میں مالک الملک نے مختصر الفاظ میں بیان فرمادیا ہے یہ کوئی انوکھی اور عقل وسمجھ میں نہ آنے والا نسخہ نہیں جیسے کہ گذشتہ جمعہ میں عرض کردیا تھا اس عالم اسباب میں بھی مقصود اور مطلوب تب حاصل ہوتا ہے جب اسکے لیے مقرر کردہ اسباب وعوامل کو بروئے کار لایا جائے، دنیا میں ایک مریض اپنا مطلوب یعنی صحت سے مالا مال اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اپنے معالج کے بتائے ہوئی دوا اور طریق کار پر سو فیصد عمل نہ کرے۔

آخرت میں جواب دہی کا احساس:

پہلے آیت میں گناہوں سے محفوظ رہنے کے دو طریقے یعنی روحانی اصلاح اور اعضاء کو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر استعمال میں لانے کے لیے اہم وضروری عقیدہ یہ ہے کہ مجھے ایک دن اپنے مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہونا ہے، یہ تصور ایسا راسخ ہونا چاہیے کہ شیطان جب بھی گناہوں کو خوبصورت انداز میں پیش کرنے کے بعد انسان کو اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرے، انسانی سوچ وفکر فوراً یہ حکم الٰہی اپنے سامنے لائے کہ اللہ کے سامنے

میرے پیشی کے موقع پر اس عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا، مجھے جواب وجواز پیش کرنا ہوگا، تو میں کیا جواب وجواز کا دلیل پیش کروں گا، یہی انسان فوراً شیطان کے مکاری اور چالبازی کے جال میں گرفتار ہونے سے بچ جائیگا

خواہشات نفس سے بغاوت:

اسی آیت مبارکہ میں اللہ کے دربار میں حاضری کیلئے ایک اور علاج یہ بیان کیا گیا کہ اپنے نفس کو اس کے خواہش پر عمل کرنے سے روک کر ازلی دشمن شیطان لعین کے بربادی سے اپنے آپکو بچایا جاسکتا ہے بدقسمتی سے پہلو میں بیٹھے ہوئے اس خطرناک دشمن لعین کو مسخر کر کے اس کے اصلاح سے ہم غافل ہیں، جو کچھ یہ مانگتا ہے، اس کو دینا اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں، اس کے ہر حکم کی فوراً تعمیل کو اپنے لیے سعادت فخر کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اس کے خواہشات کی تکمیل کی راہ میں اپنے پرائے اور حلال وحرام کی تمیز کرتے ہیں اور نہ احکامات الٰہی کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں، اور غم وفکر دوسروں کی اصلاح کی رہتی ہے، کہ فلان اس گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اور فلاں اس برے عمل کا شائق ہے، اور اپنے ساتھ نفس امارہ بالسوء کی شکل میں جو اژدھا منہ کھولے ڈسنے اور مارنے کے موقع کے انتظار میں ہے اس کی جانب توجہ ہی نہیں۔

حقیقی پہلوان کون ہے؟

اصل پہلوان وہ نہیں جو دنگل کے میدان میں اپنے سے مضبوط وخطرناک پہلوان کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی پہلوان وہ ہے جو اپنے سب سے قریبی اور دن رات کے ساتھی جو کبھی جدا ہونے کا نام بھی نہیں لیتا، اسے شکست دے کر صراط مستقیم پر لانے کے بعد اس کو اپنا مطیع ومسخر بنا دے، اور یہ تب ہوگا کہ جس چیز کی نفس امارہ خواہش مند ہو اس سے منہ موڑ کر اس کے خلاف عمل کرو۔ اتنے آسانی سے یہ نہ شکست تسلیم کرتا ہے اور نہ راہ راست پر آتا ہے بلکہ اس کے ساتھ اس سلوک پر دوام اور ثابت قدم رہنا ہے اس کو مطیع اور فرمانبردار بنانے کا بہترین طریقہ ہے۔

حضرت تھانویؒ کا ارشاد:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بقول ہر کام کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ اس میں نفس کو مزہ آتا ہے یا نہیں اگر مزہ اور لذت محسوس ہو تو جان لیجئے کہ یہ گناہ کی ایک صورت ہے اگر اس کے بداثرات کو زائل کرنا ہے تو اسی وقت لذت کو اپنے اوپر مسلط اور غالب نہ کرو بلکہ خود اس کے اوپر غالب ہو جاؤ فوراً اس فعل بد کے برے اثرات خواہ دنیاوی ہوں یا آخروی اور ان پر مرتب ہونے والے عذاب وسزا کو سامنے رکھ کر وقتی لذت ومزہ اور دائمی شرمندگی اور تکلیف کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد آئندہ نفس کی اطاعت پر عمل کرنے کا تصور بھی نہ کرنا، اس خوف کی موجودگی میں پھر گناہ پر عمل کرنا ناممکن ہو جائیگا۔

خالق کی عدالت میں تین حاضریاں:

دنیا میں محاسبہ اور عدالتی نظام میں تو مظلوم دردر کی خاک چھاننے اور تمام زندگی عدالتوں میں تاریخیں بھگتانے میں صرف کرکے پھر بھی فیصلہ کی حسرت دل میں ساتھ لے کر موت کی وادی میں داخل ہو جاتا ہے، مگر خالق کے سامنے پیش ہونے کا سلسلہ بہت لمبا چوڑا اور طویل نہ ہوگا بلکہ تین تاریخوں میں محاسبہ کا فیصلہ ہو کر جنت یا دوزخ کا پروانہ مل جائے گا۔ رحمت دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے: **عن الحسن عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یعرض الناس یوم القیامۃ ثلٰث عرضات فامّا عرضتان فجدال ومعاذیر واما العرضۃ الثالثہ فعند ذالک تطیر الصحف فی الأیدی فآخذ بیمینہٖ و آخذ بشمالہٖ** (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ حضرت ابو ہرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے سامنے لوگوں کو تین دفعہ پیش کیا جائے گا دو دفعہ تو بحث وجرح اور عذر آرائی ہوگی اور تیسرے مرتبہ پیشی پر (جب سوال وجواب اور حساب کتاب کے مراحل مکمل ہو چکے ہونگے) عمل نامے اڑاڑ کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔

آخرت کی سعادت اور رسوائیاں:

ان میں سے کچھ لوگ اپنے دائیں ہاتھ میں عمل نامے وصول کرلیں گے، اور بعض لوگ بائیں ہاتھ میں عمل نامے حاصل کرلیں گے، یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ دائیں ہاتھ میں لینے والے دیندار، پرہیز گار، خوش قسمت اور سعادتمندوں کے زمرہ میں شامل ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے نافرمان، بدبخت، گناہ گار اور جہنم کے حقدار ہوں گے۔ جبکہ دائیں ہاتھ میں ملنے والا عمل نامہ حاصل کرنے والوں کیلئے یہ جنت کا پروانہ ہوگا۔ محاسبہ کا یہ عمل چند سو یا چند ہزار لوگوں کے درمیان نہ ہوگا بلکہ اس نجات یا تباہی کا معاملہ اور چھان پھٹک اولین وآخرین یعنی اربوں کھربوں لوگوں کے سامنے ہوگی۔ اس چند روزہ زندگی کے کم تعداد میں لوگوں کے سامنے رسوائی کو ہم میں سے ہر ایک اپنے لیے بے عزتی، ہتک اور اہانت سمجھ کر ایسے مواقع سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ رب مخلوقات کے سامنے حاضری کے موقع پر خدانہ کرے ذلت ورسوائی سے بچنے سے آج ہم میں سے اکثر ایسے غافل ہیں جیسے اگلے عالم میں ہمارا کسی کے سامنا ہی نہ ہوگا، دنیا کے جج اور قاضی کے سامنے عیاری، چالاکی، مکاری، چرب زبانی اور رشوت وغیرہ سے اپنا کام ناجائز طریقہ سے نکالا جاسکتا ہے اور زیادہ یہی کچھ ہو رہا ہے۔ مگر احکم الحاکمین کو تو نہ دھوکا دیا جاسکتا ہے نہ اور کوئی لالچ کارآمد ہوسکتی ہے۔

بارگاہِ احکم الحاکمین میں پیشی:

اس دنیا کا ایک معمولی افسر جب اپنے ماتحت کو جوابدہی کیلئے اپنے آفس بلاتا ہے تو ہزار بار آپ نے دیکھا

ہوگا کہ ماتحت پر ہیبت طاری ہوکر ہونٹ اور ہاتھ کانپنے لگتے ہیں، ٹانگوں میں لرزہ پیدا ہوکر کھڑا ہونا مشکل ہوجاتا ہے تو جس دن جسے قیامت کہا جاتا ہے جس میں ہزار ہادہشت، خوف وپریشانیوں کا ہجوم ہوگا اور پھر بادشاہوں کے بادشاہ رب العلمین جسکے رعب ودبدبہ کے سامنے دنیا کے بڑے بڑے افیسر کے رعب اور دبدبہ کی کوئی حیثیت اور وقعت ہی نہیں اسکی پُرجلال بارگاہ میں کھڑے ہونے والوں کا کیا عالم ہوگا، اس مرحلے کی آسانی کا نسخہ ''مرشد اعظم ﷺ'' نے بیان فرما کرامت پر اپنے شفقت اور مہربانی کا اظہار جس انداز سے فرمایا۔ اسکی حضور اقدس ﷺ کی اس فرمان میں موجود ہے: **وعن ابی سعید الخدریؓ انہ اتیٰ رسول اللہ ﷺ فقال اخبرلی من یقویٰ علی القیام یوم القیامۃ الذی قال اللہ عزوجلّ یوم یقوم النّاس لرّب العالمین فقال یخفف علی المؤمن حتی یکون علیہ کاالصلوۃ المکتوبۃ.** ترجمہ: حضرت ابوسعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے یہ تو بتائیے کہ قیامت کے دن جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس دن تمام لوگ ایک ایک کائنات کے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، کسی فردکو (محاسبہ) کے لیے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کی سکت اور ہمت ہوگی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کا دن مومن کے لیے آسان کردیا جائے گا حتی کہ وہ دن اس پر فرض نماز کی ادائیگی کے وقت کے برابر ہوجائیگا۔

آخرت کی ہولناکیاں:

محترم حضرات! ہم نے اس ہیبت ناک منظر کے بارہ میں اپنے صبح وشام کے مصروفیات اور شوروغل میں مشغول رہنے کے ساتھ کبھی کچھ وقت نکال کر غور بھی کیا ہے، کہ اس سخت دن کیلئے ہم کیا تیاری کر رہے ہیں جو مسلمان کیلئے فرض نماز ادا کرنے کے مقدار کردیا جائے گا اور کافر کیلئے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یعنی حقیقت میں تو وہ دن نہایت طویل تو ہوگا مگر ایمان کے نعمت سے مالا مال خوش قسمت کیلئے باوجود لمبا اور مصائب سے بھرپور ہونے کے اللہ اتنا آسان کردے گا، جتنا وقت فرض نماز کی مختصر مدت میں گزرتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی ہم اور آپ اس کیفیت سے گزرتے ہیں اور اذیت اور مصیبت میں گرفتار شخص پر ایک گھنٹہ، سال کے برابر طویل اور لمبا ہوجاتا ہے کبھی کبھی شب کے دوران دانت یا کسی اور عضو میں تکلیف جب شروع ہوتی ہے تو تکلیف میں مبتلا شخص سمجھتا ہے کہ رات تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی جبکہ سکون وراحت کی نیند سونے والے پر یہی رات ایسا محسوس کرتا ہے کہ لمحوں اور سیکنڈوں میں گزر کر نیند کا کوٹا پورا نہ ہونے کی شکایت کرتا ہے۔ جس شخص کا عقیدہ اور اعمال کامل ومکمل ہونگیں اس کیلئے یہ سخت لمحات بہت زیادہ مختصر، اور جس کے اعمال وکردار میں شریعت کے اعتبار سے کمی اور کمزوری ہو اس کیلئے ہیبت واذیت سے یہ معمور دن ذرا کم مختصر کردیا جائیگا۔

حضرت ابن عمرؓ کا خوف آخرت:

حضرت ابن عمرؓ جب سورت تطفیف کی تلاوت کرتے وقت اور آیت "یوم یقوم الناس لرّب العالمین" پر پہنچتے تو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے خوف سے بدحال ہو جاتے۔ حالت ایسی ہو جاتی کہ اس آیت کے مزید آیات کا پڑھنا بھی ناممکن ہو جاتا۔ اور دوسری طرف ہم ہیں۔ کہ زبانی کلامی عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کو روز مقررہ اپنے ہر عمل کے لیے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے مگر عملاً حقوق اللہ کی پاسداری اور نہ حقوق العباد کے ادائیگی کا خوف ہے۔ شاید اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ہمارے لیے صرف کلمہ شہادۃ پڑھنا ہی کافی ہے نہ سماجی زندگی میں اسلامی احکامات کی پابندی اور نہ معاشرتی زندگی اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق گزر رہی ہے۔ عمل سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم میں اکثر لوگوں نے اس بڑے اور خوفناک دن اور عظیم الشان ذات حق تعالیٰ جل جلالہ کے روبرو کھڑے ہونے کو بھلا دیا ہے اس غم و فکر کی جگہ نابالغ سے لیکر شیخ فانی تک حضرات ایک ہی مقصد لئے ہوئے ہیں کہ اس مادی و فانی دنیا کے اسباب تعیش کیسے حاصل کیے جائیں، سب کچھ اسی چند سالہ زندگی ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ:

حضرت ابوذر غفاریؓ جو کہ آسمان رشد و ہدایت کے ستاروں یعنی صحابہؓ میں ان اکابر صحابہؓ میں سے ہیں جو اپنے زہد و قناعت فقر و استغناء کی وجہ سے دنیا کے تمام لذتوں، اسباب عیش و عشرت سے دور رہے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: **عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لهجةٍ اصدق ولا اوفی من ابی ذر یشبہ عیسی بن مرین یعنی فی الزهد** (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کسی ایسے بولنے والے پر نہ تو نیلے آسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے اسکو اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ راست گو ہو۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا حق ابوذرؓ سے زیادہ ادا کرنے والا ہو، وہ ابوذرؓ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ زہد میں مشابہ ہیں یعنی وہ حق و سچ کے بیان میں کسی مصلحت، چشم پوشی اور مداہنت کا شکار بھی نہیں ہوئے ان کے زہد و تقویٰ اور دنیا اور اسباب دنیا سے لاتعلقی کی حالت ایسی تھی کہ اس فانی دنیا کے جائز و مباح اعمال و لذتوں سے بھی احتراز کرتے حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت کی وجہ بھی ان کا زہد و تقویٰ اور مجرد یعنی بغیر شادی کے زندگی گزارنا تھا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی ایک تمنا:

اس عظیم المرتبت اور اوصاف جلیلہ پر فائز صحابیؓ کے خوف خدا کی وجہ سے اپنے بارے میں کیا رائے ہے: **عن ابی ذرؓ قال قال النبی ﷺ انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون أطت السماء وحق لها ان تأط**

والذی نفسی بیدہٖ مافیھا موضع اربع اصابع الا وملک واضع جبھتہ ساجداً للّٰہ واللّٰہ لاتعلمون ماعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً وماتلذّذتم باالنساء علی الفرسات ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللّٰہ قال ابوذرؓ یلیتنی کنتُ شجرۃ تعضد (رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ حضورﷺ سے روایت کرر ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے ،آسمان میں سے آواز نکلتی ہے اوراس سے آواز کا نکلنا بجاہے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری روح ہے آسمان میں چار انگلیوں کے مقدار ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے خدا کے حضور اپنا سر سجدہ ریز نہ کیا ہو،خدا کی قسم اگر تم اس چیز کو جان لو جسکو میں جانتا ہوں (یعنی روز قیامت کی اذیت ،عذاب قبر ودوزخ کی شدت،اللہ کے حضور پیش ہونا وغیرہ) تو یقیناً تم لوگ بہت کم ہنسو گے بلکہ زیادہ تر روؤ گے،اپنی عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرنا ترک کر کے جنگلوں کی طرف فرار اختیار کرلو گے۔حضرت ابوذرؓ نے یہ روایت سنانے کے بعد کہا کہ کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو کاٹا جاتا یعنی روز قیامت کی سختیوں ،عذاب قبر،اور مالک الملک کے دربار میں ان کے سامنے اعمال کی جوابدہی جیسے سخت مراحل سے گزرنا نہ پڑتا۔اور دنیا کے رہنے والوں کو شیطان جن گناہوں کے داؤ پیچ میں گھیر کر معاصی کے ارتکاب پر مجبور کردیتا ہے ان گناہوں کی رسوائی وذلت سے میں محفوظ رہتا۔یہ میرے اور آپ جیسے ایک عام گناہوں میں مبتلا شخص کی آرزو نہیں بلکہ ایک عظیم انسان کی دردناک تمنا ہے جس کے بارے میں رحمت للعالمین نے گواہی دی جو ابھی آپ سن چکے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ آسمان کے نیچے اور زمین پر ابوذرؓ سے زیادہ راست گو اور حق پر قائم رہنے والا زاہد و مستغنی جسکی تشبیہ جلیل القدر پیغمبر حضرت عیسیٰ سے دی کوئی اور زیادہ نہیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ:

امھات المومنین میں حضرت عائشہؓ کو رب کائنات نے اہم مقام اور فضائل سے نوازا،شیخی ووالدی حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اپنے وعظ میں ان کے فضائل بیان کرتے وقت ان کی عظمتوں پر بے شمار دلائل پیش فرماتے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ پر منافقین نے تہمت لگانے کی جرات کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی براۃ کے لیے دس آیات قرآنی نازل فرمائے ،یہ فضیلت اور کسی صحابیؓ یا صحابیہؓ کو حاصل نہیں۔حضرت جرائیل جب حضورﷺ کے پاس وحی لیکر آتے حضرت عائشہؓ پر سلام پیش کرتے۔جیسے روایت ہے : عن ابی سلمۃؓ ان عائشۃؓ قالت قال لی رسول اللّٰہ یاعائشہ ھذا جبرائیل یقرئک السلام قالت وعلیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ وھو یُریٰ مالااریٰ (رواہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابی سلمۃؓ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ایک روز حضورﷺ نے مجھ سے فرمایا

عائشہ یہ جبرائیل علیہ السلام تمکو سلام کہتے ہیں، عائشہ نے جواب میں کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ، عائشہ فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ جبرائیل کو دیکھ رہے تھے اور میں ان کو نہیں دیکھ رہی تھی یہ اعزاز کسی اور بیوی کو حاصل نہ تھا، علمی کمال کی حالت یہ تھی کہ ابوموسیٰ اشعریؓ کے بقول ہم حضور ﷺ کے صحابہؓ کو جب بھی کسی دینی مسئلہ میں مشکل پیش آتی ہم حضرت عائشہؓ کے پاس جا کر مسئلے کا حل ان سے پوچھ لیتے اور انہی سے معلوم کر کے اپنے مشکل ترین مسائل کو حل کر دیتے، سخاوت اس حد تک رہی، ستر اور ایک لاکھ درہم جب ہاتھ میں آتے، سارے دراہم کو مساکین، یتامیٰ وفقراء پر فوراً تقسیم کر دیئے اور خود لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے، افطار کے وقت جب کھانے کے لیے اور کچھ موجود نہ تھا، جو کی خشک روٹی اور زیتون کے تیل سے افطار فرمایا۔ وہ عائشہؓ جن کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "فان الوحی لم یأتنی وانا فی ثوب امرأة الا عائشه" یعنی وحی میرے پاس اس وقت نہیں آتی جب کسی بیوی کے لحاف یا چادر میں ہوں، ماسوائے عائشہؓ کے کہ اگر ان کے ساتھ ایک ہی چادر میں رہوں تو بھی وحی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کا عائشہؓ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا: "الا تحبین ما احبُ قالت بلیٰ قال فاحبیّ ما أحبّ" اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی جس سے میں محبت کرتا ہوں، فاطمہؓ نے کہا کیوں نہیں آپ نے فرمایا پھر تم عائشہ سے محبت رکھو۔

حضرت عائشہؓ کا فکر آخرت:

محترم حضرات! حضرت عائشہؓ کے مناقب اور آنحضرت ﷺ کا ان سے بے انتہاء تعلق ومحبت کے بارے میں احادیث بھرے پڑے ہیں ان کے بیان کے لیے طویل وقت بھی بہت کم ثابت ہوگا، ان کے زہد وتقویٰ اور حضور ﷺ کا ان سے خصوصی محبت کے ذکر سے۔ غرض یہ ہے کہ ان لاتعداد خصوصیات کے باوجود خدا کا خوف وخشیت اتنا تھا کہ فرماتیں کاش! میں پیدا نہ ہوتیں یا کاش! میں ایک پتھر ہوتی، درخت کا ایک پتہ ہوتی تا کہ قیامت کے دن حساب کتاب سے بچ جاتی۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ جن کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے "لو کان بعدی نبیاً لکان عمر ابن الخطابؓ" اگر میرے بعد کسی اور نبی کا دنیا میں ورود ہوتا تو وہ عمر ابن الخطابؓ ہوتے۔ زندگی میں آنحضرت ﷺ نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی۔ عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ذاک الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة قال ابوسعید والله ماکنا نری ذلک الرجل الاعمرؓ بن الخطاب حتی مضی لسبیله (رواه ابن ماجه)

حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ شخص میری امت میں جنت کا بلند ترین مرتبہ رکھنے والا ہے، ابوسعیدؓ نے فرمایا اس شخص کے بارے میں قسم ہے اللہ کی ذات پر اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا

کہ اس سے حضرت عمرؓ بن خطاب کی ذات مراد ہے حضرت عمرؓ جب تک دنیا میں رہے ہم اپنے اسی خیال پر قائم رہے۔
حضرت عمر کے منقبت وعظمت پر حضورﷺ کے یہ دوارشادات بطور نمونہ عرض کردیئے ورنہ ان کی خصائص، کمالات اور دین حقہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے واقعات کے بیان کے لیے کئی دن بھی ناکافی ہیں۔

حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا کی خبر گیری:

ان تمام اوصاف کے باوجود اللہ کے سامنے حاضری اور جوابدہی کا اتنا خوف کہ حسب معمول خلافت کے دوران مدینہ کی گلیوں میں رعایا کی احوال کی خبر گیری کے دوران ایک بوڑھی سے واسطہ جو اپنے بھوکے بچوں کو خالی ہنڈیا چولہے پر رکھ کر بہلا رہی تھی، نہ ہانڈی میں پکنے کے لیے کچھ تھا، نہ اس کے گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز موجود تھی' بڑھیا اپنی بھوک سے زیادہ بچوں کی بھوک کی وجہ سے رونے پر پریشان تھی۔ بولنے لگی کہ حضرت عمرؓ سے مل کر یہ بتانا چاہتی ہوں کہ بحیثیت امیر المومنین ہمارے بچوں کے بھوک وافلاس کو ختم کرنے کی ذمہ داری آپ پر تھی، اپنی ڈیوٹی انہوں نے کیوں پوری نہیں کی۔ روز محشر بھی ان سے یہی پوچھوں گی۔ وہ یہ نہ پہچان سکی کہ ان سے مکالمہ کرنے والا شخص ہی عمرؓ ہے فوراً واپس گھر روانہ ہوئے، کھانے پینے کے اشیاء خود اپنے کمر پر اٹھائیں، غلام نے اصرار کیا کہ آپ یہ بھاری سامان نہ اٹھائیں میں اٹھانے اور سنبھالنے کے لیے حاضر ہوں مجھے اٹھا کر بڑھیا کے گھر لے جانے دیں۔ حضرت عمرؓ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے حاضری ہوگی بحیثیت امیر المومنین مجھ سے پوچھا جائے گا نہ آپ سے۔ خوراک پہنچا کر خود پکانے کے بعد ان بچوں اور بڑھیا کو کھلا کر اطمینان حاصل ہوا، حضرت عمرؓ کی خبر گیری اور رعایا کی دادرسی کو دیکھیے اور اس دور کے مسلمان حاکموں کی رعایا کی خبر لینا اور مشکلات دور کرنا تو دور کی بات ہے اگر ان کا بس چلے تو بھوک وافلاس اور مہنگائی کی چکی میں تمام رعایا کو مار ڈالیں، ایسے سنگدل کہ نہ روزگار کی فکر نہ تعلیم وصحت اور فلاح وبہبود کا کوئی کارنامہ۔ صحابہ کرامؓ کے کرامات وکمالات کی یہی وجہ تھی کہ ان کے قلوب میں ہر وقت اللہ کے سامنے پیش ہونے کا خوف اور نفس کے خواہشات کو شکست دینے کا مصمم ارادہ وعزم تھا۔ اور اس دور کے حکمران ان دونوں جذبات سے بالکل عاری ہیں، یہی کیفیت عام مسلمانوں کی بھی ہے۔ خوف خدا نہ ہونے اور نفس کی پیروی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اصلاح احوال کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی، اگر آج امت کا ہر فرد ان دونوں اللہ کے بتائے ہوئے راستوں کو اختیار کرلے تو پھر نہ اصلاح کے لیے ڈنڈے کی ضرورت ہے نہ فوج اور پولیس کی۔ دنیا میں ظلم کا سلسلہ ختم ہوکر امن وامان کا راج ہوگا۔ اور آخرت میں بھی جنت الفردوس اور دوعالیشان باغات بطور اجر وانعام ملیں گے۔

مالک الملک مجھے اور آپ سب کو خوف خدا کا جذبہ نصیب فرما کر نفس امارۃ بالسوء جو تمام معاصی کا منبع وسرچشمہ کے اتباع سے محفوظ رکھے۔ آمین

مولانا سعید الرحمٰن ندوی
ناظم، فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور انڈیا

قرآن عظیم اور کائناتی مخلوق

خارج از زمین مخلوقات کی کثرت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر

یہ مقالہ مضمون نگار کی غیر مطبوعہ تصنیف '' قرآن عظیم کی آفاقیت اوراس کا فلسفہء کائنات: خارج از زمین زندگی، انسان کی حقیقت اور خود اپنی اصلیت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر'' کا دوسرا باب ہے۔ اسکا پہلا باب بعنوان'' قرآن عظیم اوراس کا نظام کائنات'' تین قسطوں میں ''الحق'' کے جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء والے شمارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مضمون نگار سے ان کے ای میل nadvisr@yahoo.com پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ (ادارہ)

قرآنی نقطۂ نظر سے نہ صرف ہمارے ایک آسمان میں بلکہ دیگر چھ آسمانوں یا کائناتوں میں بھی اس قدر محیر العقول تعداد میں زمینیں ثابت ہو رہی ہیں تو انسانی دل و دماغ میں فطری طور پر یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ آخر ان سب کی بھی تخلیق کا خدائی مقصد کیا ہوگا؟ اس وقت خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رہے کہ قرآن حکیم میں کہیں بھی ان لاتعداد زمینوں کے مقابلے میں ہماری موجودہ زمین کی کوئی خصوصی حیثیت یا برتر نوعیت تسلیم نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں ساری ہی زمینیں ایک جیسی ہیں، اور سب کے لئے ایک ہی میزان مقرر ہے۔ نیز جب کتاب الٰہی میں زمینوں کی اس کثرت کو متقدمین سے مستور الحال رکھ کر دور حاضر میں ہم متاخرین پر اس قدر حکیمانہ اور منظم اور نہایت اعجازی طور پر ظاہر کیا جارہا ہے تو یہ سوال بے پناہ اہمیت وافادیت کا بھی حامل ہو جاتا ہے۔ لہذا اب ہم اسی منبع علم و دانش اور رشد و ہدایت کا از سر نو جائزہ لے کر اس سلسلے کے محکم بیانات کو سمجھنے اور انہیں کتاب ہذا کے باقی ماندہ مباحث میں منطقی ترتیب و تبویب سے پیش کرنے کی کوشش کریں گے، جس سے اس عظیم منصوبہ بندی میں پنہاں حکمت الٰہی خود بخود جلوہ افروز ہو جائے گی۔

چنانچہ کتاب الٰہی اس تعلق سے اپنی ہدایت کی ابتداء دو پرزور اعلانات کے ذریعے اس طرح کرتی ہے:

۱- ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا، ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ (ص:۲۷) ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے ہم نے انہیں بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے، یہ (یعنی اس طرح کی سوچ) تو کافروں کا خیال ہے، سو کافروں کیلئے ہلاکت ہے، جو آگ ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ (دخان:۳۸)

ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے ہم نے انہیں کھیل کود میں نہیں پیدا کیا ہے۔

جیسا کہ پچھلے باب میں مدلل طور پر ثابت کیا جا چکا ہے موجودہ شمارے میں ﴿السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ اور ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ دونوں ہی ترکیبات ساتوں آسمانوں اور ان میں موجود ساری زمینوں پر دلالت کرنے والی ہیں۔ چنانچہ ان آیات کا صریح مطلب یہ ہوا کہ باری تعالیٰ نے سارے آسمانوں اور ساری زمینوں کی تخلیق بامعنی طور پر اور ایک خاص مقصد کے حصول کی خاطر کی ہے۔ یعنی صرف یہی ایک زمین نہیں بلکہ کائنات کی ہر زمین کی پیدائش میں بھی اسکی کوئی گہری منصوبہ بندی اور عظیم حکمت و مصلحت کارفرما ہے۔ چنانچہ ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ خبر دے رہا ہے کہ آسمانوں یعنی کائناتوں کی بے مقصد یا ازخود تخلیق (theory of spontaneous creation) کا تصور ہی اہل کفر کا شیوہ ہے۔ اب تخلیق کا یہ خدائی مقصد کیا ہوسکتا ہے کتاب الٰہی اس کی ابتدا اس طرح کرتی ہے:

۲- ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ، وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ﴾ (شوریٰ:۲۹) ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق ہے، اور وہ جاندار بھی جنہیں اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں، اور وہ جب چاہے انہیں جمع کرنے پر قادر بھی ہے۔

اس آیت میں ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ﴾ کی ترکیب سے ایک اور مرتبہ پتہ چل رہا ہے کہ یہاں بھی ساتوں آسمان اور ان میں موجود ساری ہی زمینیں مراد ہیں۔ لہٰذا اس ربانی ارشاد کے ذریعے صریح ترین الفاظ میں یہ حقیقت مفہوم ہو رہی ہے کہ ساتوں آسمانوں کی ساری ہی زمینوں میں ﴿دَآبَّةٌ﴾ کو پھیلا دیا گیا ہے۔ اب ﴿دَآبَّةٌ﴾ سے کیا مراد ہوسکتا ہے اس کی تفسیر قرآن مجید ہی میں ایک اور مقام پر اس طرح کی گئی ہے:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ، فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى أَرْبَعٍ، يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ...﴾ (نور:۴۵)

ترجمہ: اللہ نے ہر جاندار کو ایک خاص پانی سے پیدا فرمایا ہے، سو ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل رینگتا ہے تو کوئی دو پیروں سے چلتا ہے، اور کوئی چار پیروں سے، اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

اس طرح خود قرآن مجید ہی کی رو سے ﴿دَآبَّةٌ﴾ سے مراد ہر وہ جاندار ہوا جو چاہے رینگنے والا ہو یا دو یا چار پاؤں سے چلنے والا۔ چنانچہ اس تعریف کے عموم میں اس زمین کے سارے ہی جاندار آجاتے ہیں، جن میں دو پاؤں سے چلنے والا انسان بھی بنفس نفیس شامل ہے۔ نیز ﴿دَآبَّةٌ﴾ کے مفہوم میں انسان کی شمولیت کی ایک اور دلیل اسی آیت میں اس کے متصل بعد والا فقرہ ﴿وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ﴾ بھی ہے، جس میں موجود ضمیر جمع مذکر غائب جو صرف ذوی

العقول کے لئے آتی ہے وہ ﴿دَآبَّةٍ﴾ ہی کی جانب لوٹ رہی ہے۔ عربی زبان کے قاعدے کے مطابق جب کسی لفظ کی مراد میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں جمع ہو جائیں تو اس لفظ کو بوجہ تغلیب اول الذکر ہی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح موجودہ سورۂ نور والی آیت میں بھی یہی ضمیر جمع مذکر غائب تین جگہوں پر ﴿دَآبَّةٍ﴾ ہی کی جانب لوٹ رہی ہے۔ اب حسب ذیل آیت کریمہ ملاحظہ ہو جو صاف سیدھے اور راست طور پر انسان کو ﴿دَآبَّةٍ﴾ قرار دینے والی ہے:

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (انفال:۵۵)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے بدترین جاندار وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، پھر ایمان نہیں لے آتے ہیں۔

مزید برآں اکثر متقدم مفسرین کے نزدیک بھی ﴿دَآبَّةٍ﴾ کے مفہوم میں انسان کا وجود مسلم رہا ہے۔ ان میں پیش پیش تفسیر بالماثور کے ممتاز مفسر حافظ ابن کثیرؒ ہیں، جنہوں نے سورۂ شوریٰ والی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے نہایت واضح الفاظ میں انسان اور ملائکہ کا وجود آسمانوں کے اطراف واکناف میں بھی تسلیم کیا ہے:

"وهذا يشمل الملائكة والإنس والجن وسائر الحيوانات على اختلاف أشكالهم وألوانهم ولغاتهم وطباعهم وأجناسهم وأنواعهم وقد فرقهم في أرجاء أقطار السماوات والأرض".

ترجمہ: دابہ میں ملائکہ، انسان، جنات اور دیگر سارے ہی حیوانات اپنی شکلوں، رنگتوں، بولیوں، طبیعتوں، انواع اور اجناس کے حسب اختلاف شامل حال ہیں، جنہیں اللہ نے زمین اور آسمانوں کے اطراف واکناف میں بکھیر دیا ہے۔

نیز نقل وروایت ہی پر مبنی تفسیر کے دیگر دو نامور ائمہ طبریؒ اور سیوطیؒ اور امام قرطبیؒ نے بھی مشہور تابعی مفسر مجاہدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد انسان اور ملائکہ ہو سکتے ہیں: **"الناس والملائكة"**

جب کہ امام لغت وادب زمخشریؒ، امام تفسیر معقول ومنقول رازیؒ، امام عقائد نسفیؒ اور ابو حیانؒ وغیرہ نے اس سے الگ الگ اقسام کے وہ جاندار مراد لئے ہیں جو آسمانوں میں انسان ہی کے مانند چلنے پھرنے والے ہوں:

"لا يبعد أن يقال إنه تعالى خلق في السماوات أنواعا من الحيوانات يمشون مشي الأناسي على الأرض." ترجمہ: یہ کہنا کچھ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں بھی انواع واقسام کے ایسے حیوانات پیدا کر دیے ہوں جو وہاں اس زمین کے انسانوں ہی کے مانند چلتے پھرتے ہوں۔

لہٰذا اس تفصیل سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ آیت کریمہ کی روشنی میں اکثر کبار مفسرین وسلف صالحین کے نزدیک آسمانوں میں جاندار مخلوقات کا وجود ایک متفقہ حقیقت تھی۔ مگر چونکہ اُس وقت ان جانداروں سے متعلقہ دیگر امور واضح نہیں تھے تو کچھ مفسرین نے اپنے اپنے اجتہادات کے ذریعے ان سے انسان نما حیوانات مراد لئے تو کچھ نے خالص لفظی دلالت کا اعتبار کرتے ہوئے، جو کہ فہم قرآن کا اصلی جوہر ہے، ان میں راست طور پر انسان کو بھی شامل حال مانا ہے۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار کر دینا بھی نامناسب نہیں ہوگا کہ مذکورہ بالا مفسرین کے نزدیک پہلے باب میں مذکور

طلاق:۱۲ کے تحت اس کائنات میں کم از کم سات زمینیں ضرور ثابت تھیں، مگر ان میں سے کسی نے بھی موجودہ شوری والی آیت کے تحت ساری کائنات میں ثابت ہونے والے ﴿دَآبَّةٍ﴾ کو ان زمینوں کے پس منظر میں نہ دیکھتے ہوئے اسے محض آسمانوں کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی، جسکی وجہ سے یہ ''انسان'' اور ''انسان نما جانور'' کا اختلاف رونما ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت ہماری موجودہ تحقیق کے مطابق ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ کی اس ترکیب میں کائنات کی دیگر زمینیں شامل نہیں تھیں۔ بلکہ اس میں صرف ہماری ایک ہی زمین کو شامل مانا جاتا تھا۔ چنانچہ اب جبکہ ان آیات کے ذریعے روایت ودرایت دونوں ہی اعتبارات سے سارے آسمانوں اور زمینوں میں کم از کم جاندار مخلوقات ہی کا وجود ثابت ہورہا ہے تو ہم اس موضوع سے تعلق رکھنے والی دیگر آیات قرآنی کا از سرِ نو جائزہ لیکر اس آسمانی مخلوق کے خدوخال کو مزید واضح کرنے کی کوشش کریں گے، جس سے ان متقدمین کے درمیان رہا سہا اختلاف بھی اپنے آپ رفع ہو جائیگا:

۳-﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (نحل:۴۹) ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی جاندار ہیں وہ اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، اور خود ملائکہ بھی، اور وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور مرتبہ ﴿مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی ترکیب کے ذریعے ﴿دَآبَّةٍ﴾ کا وجود سارے آسمانوں اور زمینوں میں ہونے کی خبر دیتے ہوئے ان کا ایک اہم وصف یہ بھی بیان کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے معبود حقیقی کے آگے سجدہ ریز ہونے والی مخلوق ہے۔ اب سجدے کی حقیقت سے ظاہر ہے کہ یہ مخلوق عقل مند بھی ہوگی۔ نیز اس وقت یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ یہ آیت کریمہ منصوص طور پر ﴿دَآبَّةٍ﴾ اور ﴿الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ کو واو عاطفہ کے ذریعے علاحدہ کرکے انہیں دو مختلف النوع مخلوقات قرار دے رہی ہے، کیوں کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت کا تعلق ہوتا ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ ایک بالکل ہی مختلف مخلوق ہیں جن کا شمار ﴿دَآبَّةٍ﴾ میں نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا سابقہ شمارے کے ذریعے سارے آسمانوں اور ساری زمینوں میں ثابت ہونے والی مخلوق اپنے رب کے آگے سربسجود ہونے والی ہے، ذی عقل ہے، اور ملائکہ سے مختلف بھی۔

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ، اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:۴۴)

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو کوئی ہے اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور ایسی کوئی بھی چیز نہیں جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو، بیشک وہ بردبار اور مغفرت کرنے والا ہے۔

اس آیت میں سارے آسمانوں اور زمینوں میں موجود اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے والوں کی جانب اشارہ کرنے کیلئے ذوی العقول کیلئے مخصوص اسم موصول ﴿مَنْ﴾ لاکر اور آگے ﴿تَسْبِيْحَهُمْ﴾ میں انہیں کے لئے مخصوص ضمیر جمع مذکر

غائب کو اس کی جانب لوٹا کر اصلاً پچھلے شمارے کی تشریح کی جارہی ہے کہ یہ مخلوق وہی ہے جو وہاں ﴿دَآبَّۃ﴾ کی شکل میں اپنے معبود کے آگے ماتھا ٹیکنے والی تھی۔لہذا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ مخلوق ضرور عاقل ہی ہوگی۔

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی﴾ (نجم:۳۱) ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے وہ اللہ ہی کا ہے،تا کہ وہ برا کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے اور اچھا کرنے والوں کو اچھا بدلہ۔

﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾ (جاثیہ:۲۲) ترجمہ: اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حقانیت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کیئے کا بدلہ دیا جائے،اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ، وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (مائدہ:۴۰) ترجمہ: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہے،وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے،اور جسے چاہے بخش دیتا ہے،اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ملحوظ رہے کہ ان تینوں آیات میں سارے آسمانوں اور زمینوں کے تناظر میں بات ہورہی ہے۔لہذا یہاں ان کی تخلیق کا مقصد ہی لوگوں کو ان کے اچھے اور برے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دینا بتایا جارہا ہے۔چنانچہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ساری زمینوں میں ضرور ایسی ذی عقل اور مکلف مخلوقات بسی ہوئی ہیں جو جزا وسزا کی مستحق ہوتی ہیں۔اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان مخلوقات کا اطلاق ملائکہ پر نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ وہ معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سے سزا کے مستحق نہیں ہوسکتے ہیں۔لہذا اب تک کی آیات سے ثابت شدہ ذی عقل آسمانی مخلوقات وہ ہوئیں جو غیر ملائکہ ہیں،اپنے رب کے آگے سر بسجود ہوتے ہوئے اس کی حمد وثنا کرنے والی ہیں اور مکلف ہونے کی وجہ سے جزا وسزا کی مستحق بھی۔

اب ان آسمانی مخلوقات کے استحقاق جزا وسزا کے اعلان سے یہ سوال بھی ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ کیا ہماری موجودہ زمین ہی کے مانند وہاں بھی مخلوقات کے درمیان ایمان ویقین اور کفر وتکذیب کا سلسلہ رواں دواں ہے،جس کی بنیاد پر وہ اس عوض کے مستحق ہوتے ہوں؟ چنانچہ ذیل کی آیات میں ٹھیک اسی سوال کا جواب پوری وضاحت کے ساتھ دیا جارہا ہے:

۴- ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّهُمْ جَمِیْعًا، اَفَاَنْتَ تُکْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ. وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ، وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ. قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ﴾ (یونس:۹۹-۱۰۱)

ترجمہ: اگر تمہارا رب چاہتا تو ساری زمینوں میں جو کوئی ہے ایمان لے آتا،کیا تم لوگوں کو ایمان لے آنے پر مجبور کرسکتے ہو؟ کوئی بھی شخص مشیت الہی کے بغیر ایمان نہیں لے آسکتا ہے۔جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں اللہ ان پر

گندگی تھوپ دیتا ہے۔آپ ان سے کہہ دیجئے کہ دیکھوتو سہی آسمانوں اورزمینوں میں کیا ہے؟ (حقیقتاً وہاں بھی) ایمان نہ لے آنے والی کسی بھی قوم کے لئے نشانیاں اورڈرانے والے کچھ بھی مفید نہیں ہوتے ہیں۔

اس شمارے کی تینوں آیات معنوی اعتبار سے آپس میں ایک دوسرے سے جڑ کر کفار کے عدم صلاحیت ایمان کا فلسفہ ایک منطقی اسلوب میں پیش کرتے ہوئے کائنات کی ایک مہتم بالشان حقیقت کونہایت اعجازی انداز میں بے نقاب کررہی ہیں۔ چنانچہ اس وقت اگر پچھلے شمارے کے تحت بیان کردہ پانچوں منتشر آیات کے ذریعے حاصل ہونے والا حقیقی مفہوم بھی مدنظر رہے تواس سے بخوبی مستنبط ہوگا کہ یہاں پہلی آیت میں واقع ہونے والے ﴿كُلّ﴾ اور ﴿جَمِيْعًا﴾ دوالگ الگ تاکیدیں ہیں جوحقیقت میں بالترتیب دومختلف الفاظ ﴿مَنْ﴾ اور ﴿الْأَرْض﴾ کوموکد کرنے والی ہیں۔ساتوں آسمانوں میں موجود ساری ہی زمینوں پردلالت کرنے کے لئے ﴿الْأَرْضَ جَمِيْعًا﴾ کی ترکیب قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوئی ہے، جس کی ایک مثال پہلے باب کے پہلے ہی شمارے میں گزرچکی ہے۔اس کی مزید مثالیں اگلے صفحات میں بھی پیش کی جائیں گی۔اس طرح یہاں تقدیر کلام یوں ہے:"وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَآمَنَ كُلُّ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا" (اگرتمہارارب چاہتا توساری زمینوں میں جوکوئی ہے ایمان لے آتا)۔لہٰذااس آیت سے معلوم ہورہا ہے کہ ساری زمینوں میں یقینی طورپرایسی مخلوقات بھی موجود ہیں جوایمان وانکار دونوں ہی اقسام کی صلاحیتوں سے متصف ہیں۔اسی لئے اس دعوے کی دلیل اورثبوت کے طورپرآخری آیت میں ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ دیکھوتو سہی آسمانوں اورزمینوں میں کیا ہے؟) کے ذریعے موجودہ کفارکوسارے آسمانوں اورزمینوں کی موجودات کا بغور مشاہدہ ومطالعہ کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ﴿وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (ایمان نہ لے آنے والی کسی بھی قوم کے لئے نشانیاں اورڈرانے والے کچھ بھی مفید نہیں ہوتے ہیں) کے ذریعے اشارے ہی اشارے میں انہیں اس حقیقت سے مطلع کیا جارہا ہے کہ ان کا یہاں ایمان نہ لے آنا صرف اسی ایک زمین کا کوئی انوکھا ونرالا واقعہ نہیں، بلکہ کائنات کی دیگر زمینوں میں بھی یہی سلسلہ تکذیب وانکار جاری وساری ہے۔وہاں کفار ومنکرین کے پاس بہت سارے رسول خدائی نشانیوں کے ساتھ مبعوث کئے جاتے رہنے کے باوجود وہ بھی ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے والے نہیں ہیں۔اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں ﴿مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ کی لفظی ترکیب میں پائے جانے والے ظاہری ابہام کی توضیح اس آخری آیت میں ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ فقرے سے کی جارہی ہے کہ وہاں بھی ساری ہی زمینیں مراد ہیں۔

نیز ان آیات کے ذریعے یہ حقیقت بھی بخوبی واضح ہورہی ہے کہ ان آسمانی مخلوقات کے درمیان بھی نبوت ورسالت کا سلسلہ برابر قائم ودائم ہے اوریہ کہ ان کے مابین بھی کتب الٰہی کے نزول اورمعجزات خداوندی کے ظہور کا نظام پورے آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہے، کیوں کہ یہاں ان مخلوقات کے جن ﴿اٰيٰتٌ﴾ اور ﴿نُذُرٌ﴾ سے

اعراض کئے جانے کا بیان ہورہا ہے وہ ان سب معانی پر بھی براہ راست اور بالواسطہ دلالت کرنے والے ہیں۔ اس وقت یہ حقیقت بھی مدنظر رہے کہ ان آیات میں ہماری زمین کے کفار ومنکرین کا موازنہ دیگر زمینوں کے کفار ومنکرین سے کیا جارہا ہے، اور معنی خیز طور پر یہ پوری بات ﴿النَّاسُ﴾ کے سیاق میں کی جارہی ہے، جو کہ "اِنسان" کی جمع ہے۔

چنانچہ درج ذیل آیت ملاحظہ ہو، جہاں ان آسمانی مخلوقات کے حق میں موجود انسان سے استغناء بھی برتا جارہا ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ، وَإِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...﴾ (نساء: ۱۷۰) ترجمہ: اے لوگو! رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آئے ہیں، سو تمہارا ایمان لے آنا خود تمہارے لئے بہتر ہے، اور اگر تم انکار کروگے تو اللہ کے لئے وہ سب ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

ملحوظ رہے کہ یہاں ﴿مَا﴾ اسم موصول ہے جو غیر ذوی العقول کے علاوہ ذوی العقول کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسا کہ شمارہ ۱۳ کے تحت سورۂ نجم والی آیت میں اس کا استعمال ہوا ہے، اور جیسا کہ درج ذیل آیت میں خود اللہ کی ذات کیلئے بھی: ﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ (کافرون: ۳) ترجمہ: اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں کرتا ہوں۔

اب جب کہ دیگر زمینوں میں بسی مخلوقات ہماری زمین میں موجود مخلوقات ہی کے مانند مکلف ہیں، اور ایمان وانکار دونوں ہی صفات سے متصف بھی، تو اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہاں بھی سنت الٰہی کے مطابق کفر وانکار کی پاداش میں کفار ومنکرین کی ہلاکت وبربادی کا سلسلہ یقیناً جاری ہوگا۔ لہٰذا حسب ذیل تین شمارات باہم ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہوئے ٹھیک اسی حقیقت کی منظر کشی نہایت عبرت انگیز طور پر اور الگ الگ اسالیب میں کرنے والی ہیں:

۵ - ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ. فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ. لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ. قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ. فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ. وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ. لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ، اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ (انبیاء: ۱۱-۱۷)

ترجمہ: ہم نے کتنی ہی ظالم بستیوں کو ہلاک کر کے ان کے بعد (انہی کی جگہ) دوسری اقوام کو پیدا کیا ہے۔ سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کرلیا تو وہ وہاں سے فوراً بھاگنے لگے۔ بھاگو مت! اپنے سامان عیش اور اپنے گھروں کی جانب لوٹو تا کہ تم سے سوال کیا جائے۔ وہ کہنے لگے ہائے ہماری بدبختی بیشک ہم ظالم تھے۔ سو ان کی یہی چیخ وپکار جاری تھی کہ ہم نے انہیں جڑ سے اکھاڑ دیا اور وہ جل بجھ کر رہ گئے۔ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے ہم نے انہیں کھیل کود میں تھوڑی پیدا کیا ہے۔ اگر ہمیں کھیل کود ہی مقصود ہوتا تو ہم اسے اپنے ہی پاس انجام دے لیتے، اگر ہم کو کرنا ہی تھا۔

یہ تمام آیات بلکہ جیسا کہ اگلے صفحات سے ظاہر ہوگا سورۂ انبیاء کے ابتدائی دونوں رکوعات، جن سے زیر بحث آیات کا بھی تعلق ہے، معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے حد درجہ مربوط ومنضبط ہیں، اور آسمانوں کی ساری ہی زمینوں میں جاری خلق وفنا کی داستان عبرت آموز اسلوب میں بیان کر رہی ہیں۔ چنانچہ لاتعداد بستیوں کو ہلاک کرنے کے بیان کے فوراً بعد باری تعالیٰ کا جوش بھرے اور ولولہ انگیز لہجے میں یہ اعلان کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے اسے لہو ولعب میں اور بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے اس حقیقت کی جانب صریح ترین اشارہ ہے کہ تخلیق وتخریب کا یہ بیان عالمی نہیں بلکہ کائناتی پیمانے پر اور ساری ہی زمینوں کے تناظر میں ہو رہا ہے۔ اس نقطۂ نظر کو جلا بخشنے والی ایک اور قوی دلیل ان بے شمار بستیوں کی بربادی کے لئے ایک ہی قسم کی ہلاکت یعنی ﴿جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ﴾ (ہم نے انہیں جڑ سے اکھاڑ دیا اور وہ جل بجھ کر رہ گئے) کا بیان بھی ہے، کیوں کہ ہماری زمین کی موجودہ سلسلۂ انسانیت سے تعلق رکھنے والی ہر ہلاک شدہ قوم کو ایک علاحدہ قسم کے عذاب کے ذریعے ہی ہلاک کیا گیا تھا، مثلاً قوم نوحؑ کو طوفان کے ذریعے تو قوم عاد کو آندھی سے، قوم ثمود کو ایک گرجدار آواز اور زلزلے کے ذریعے تو قوم لوطؑ کو سنگ باری سے، اور آل فرعون کو دریا برد کر کے۔ چنانچہ کائناتی تناظر میں یہ ایک ہی قسم کا مخلوقات کو جلا کر راکھ کر دینے والا عذاب کیا ہوتا ہے اس پر تفصیلی کلام اگلے باب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ ﴿قَرْيَةٌ﴾ کے معنے بستی کے ہوتے ہیں۔ جب یہ لفظ ہماری زمین کے سیاق میں استعمال کیا جائے تو اس سے اس کا کوئی بھی علاقہ مراد ہونا بالکل عیاں ہے، جیسے علاقہ قوم عاد، علاقہ قوم ثمود یا علاقہ قوم لوطؑ۔ مگر اب جب کہ آسمانوں میں بھی دیگر زمینوں کا وجود ثابت ہو چکا ہے تو ان سب زمینوں کے تناظر میں اس لفظ کے اطلاق سے ایک پوری زمین مراد ہونا ایک بدیہی حقیقت ہے، کیوں کہ ساتوں آسمان در کنار صرف ہماری ایک معمولی کہکشاں کی نسبت سے ہماری زمین کی حیثیت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ خود اس کی نسبت سے اس کی کسی حقیر ترین بستی کی ہو سکتی ہے۔ موجودہ معلوماتی دور (information age) میں جو لوگ 'عالمی قریہ' (global village) کے مفہوم کو سمجھتے ہیں انہیں ہماری مراد سمجھنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہیں ہو سکے گی۔ جب ایک محدود علم کا حامل انسان اس حقیقت کا ادراک کر چکا ہے تو اس علیم وخبیر ذات اقدس کا کیا کہنا جو خالق کل ہے۔ لہٰذا یہ قرآنی تعبیر واقعتاً "القرآن ذو وجوه" (قرآن متعدد چہروں والا ہے) کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔ پچھلے باب میں ہم نے قرآن مجید میں زمینوں اور ان کی کثرت کا اثبات متعدد مجازی الفاظ وتعبیرات کے ذریعے سے بھی کئے جانے کا جو ذکر کیا تھا یہ اسکی پہلی مثال ہے، جس کا استعمال یہاں بطور کنایہ کیا گیا ہے۔ اسی نوع سے تعلق رکھنے والی ایک اور مثال حسب ذیل ارشاد ربانی بھی ہے:

۲- ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا. فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا. اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ،

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا. رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ، وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا، قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا. اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ، يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (طلاق:۸-۱۲)

ترجمہ: کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے احکام سے سرکشی کی، پس ہم نے ان کا شدید محاسبہ کیا اور انہیں (موجودہ نسل انسانی کے لئے) ایک اجنبی سزا دی۔ سو انہوں نے اپنے کئے کا بدلہ چکھا، اور ان کا انجام کار تو خسارا ہی تھا۔ اللہ نے ان کے لئے ایک شدید عذاب بھی تیار کر رکھا ہے، سوائے وہ اہل دانش جو ایمان لا چکے ہو اللہ سے ڈرو، بے شک اس نے تم پر ایک یاددہانی نازل کی ہے۔ (اور) ایک رسول (بھی بھیجا ہے) جو تمہیں اللہ کی واضح نشانیاں سنانے والا ہے، تاکہ وہ ایمان والوں اور صالح عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکال لے آئے، اور جو اللہ پر ایمان لے آئے اور صالح عمل کرے تو اللہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے ندیاں بہتی ہوں گی، اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے، اور اللہ نے اسے بہترین رزق عطا کیا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے، اور انہیں کی طرح زمینیں بھی، ان میں حکم نازل ہوتا رہتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا علمی اعتبار سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس وقت شمارہ ے کے تحت کی گئی ہماری بحث بھی پیش نظر رہے جو موجودہ شمارے کا ایک حصہ بھی ہے۔ پھر ملاحظہ ہو کہ موجودہ شمارہ اور پچھلے شمارے کے درمیان تعبیر کی کس قدر مماثلت وہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اگر وہاں ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ (ہم نے کتنی ہی ظالم بستیوں کو ہلاک کیا ہے) کہا گیا تھا تو یہاں بھی ٹھیک یہی سبق اور اسی قسم کی تعبیر ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا﴾ (کتنی ہی بستیاں اپنے رب اور اس کے رسولوں کے احکام سے سرکشی کیں، پس ہم نے ان کا شدید محاسبہ کیا اور انہیں ایک اجنبی سزا دی) کے ذریعے دیا جا رہا ہے۔ پھر اس تخریب وتعذیب کا بیان عالمی سطح کے بجائے کائناتی پیمانے پر ہونے پر دلیل اگر وہاں ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ (آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے، ہم نے اسے کھیل کود میں تھوڑا پیدا کیا ہے) کے ذریعے قائم کی گئی تھی تو یہاں ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ (اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے، اور ان ہی کی طرح زمینیں بھی) کے ذریعے کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر الذکر یہ دونوں فقرات باہم ایک دوسرے کی شرح وتفسیر کرنے والے ہیں۔ اسی لئے اس کے فوری بعد اس حقیقت کو مزید موکد کرتے ہوئے ان زمینوں میں بھی ہماری زمین

ہی کی طرح نازل ہونے والے احکام الٰہی کا سبق نہایت واضح الفاظ میں ﴿یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ﴾ (ان میں حکم نازل ہوتا رہتا ہے) کے ذریعے دیا جارہا ہے۔ علاوہ ازیں اس نقطۂ نظر کو مزید پروان چڑھاتے ہوئے سابقہ شمارے کے تحت بیان کردہ کائناتی سطح پر ایک ہی قسم کے انوکھے عذاب کی توجیح موجودہ شمارہ میں نہایت بلیغ الفاظ میں ﴿عَذَابًا نُّكْرًا﴾ (ایک اجنبی سزا) کے ذریعے کی جارہی ہے کہ وہ سزا موجودہ نسل انسانی کے لئے بالکل اجنبی اور نامعلوم ہی ہے، اور یہ کہ اس طرح کے عذاب سے اس کا سابقہ اب تک کبھی نہیں پڑا ہے۔

نیز پچھلے باب میں ہم نے ﴿وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ سے کائنات میں لاتعداد زمینوں کے وجود پر جو استدلال کیا تھا یہاں اس پر خود اس کا سیاق ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾ (کتنی ہی بستیاں) ایک مضبوط دلیل فراہم کرنے والا ہے، جس سے وہاں مراد لیا گیا ہمارا مفہوم اور زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر یہ آخر الذکر فقرہ اول الذکر فقرے میں پوشیدہ بے انتہا کثرت کو ظاہر کرنے والا ہے تو خود اول الذکر فقرہ بھی آخر الذکر فقرے کے حقیقی مدلول کی توضیح کرنے والا ہے۔

اس وقت یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ اس شمارے میں زمینوں پر دلالت کرنے کے لئے قرآن مجید بیک وقت دو الفاظ ﴿الْاَرْضُ﴾ اور ﴿قَرْيَةٌ﴾ لے آتا ہے، پہلا حقیقتاً تو دوسرا مجازاً۔ چنانچہ صحیفہء الٰہی کا یہ انوکھا اسلوب اس کے جدید علمی اعجاز سے نہایت گہرا ربط و تعلق رکھنے والا ہے، جس کی مختلف النوع مزید مثالیں اگلے صفحات میں بھی پیش کی جائیں گی۔ اب اگلا شمارہ اس مفہوم کو اور زیادہ واضح اور موکد کرنے والا ہے:

۷- ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا. لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا. وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا. اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا. فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا. وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ، هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ (مریم:۹۳-۹۸)

ترجمہ: سارے آسمانوں اور زمینوں میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو رحمٰن کے پاس بطور غلام نہ آئے۔ یقیناً یہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور انہیں خوب شمار بھی کر رکھا ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک اس کے پاس اکیلا ہی آئے گا۔ بے شک ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے رحمٰن محبت پیدا کرے گا۔ یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان بنایا ہے تاکہ تم متقیوں کو خوش خبری سنا سکو اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا سکو۔ ہم نے ان سے قبل کتنی ہی نسلوں کو ہلاک کر دیا ہے، کیا تم ان میں سے کسی کو محسوس بھی کرتے ہو یا ان کی کوئی خفیف سی آواز ہی سہی سن سکتے ہو؟

شمارہ ۵ میں کائنات کی مختلف زمینوں میں مکلف مخلوقات کی تخلیق اور خود انہیں کے گناہوں کی پاداش میں ان کی مستقل ہلاکت و بربادی کی جانب ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ (آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے ہم نے اسے کھیل کود میں تھوڑا ہی پیدا کیا ہے) کے ذریعے جو بلیغ اشارہ کیا گیا تھا موجودہ

شمارے میں ٹھیک اسی حقیقت کی تصویر کشی نہایت واضح الفاظ میں اور ایک دیگر تعبیر کے ذریعے کی جارہی ہے۔ چنانچہ اس شمارے کی ساری ہی آیات میں حد درجے کا ربط و انضباط پایا جاتا ہے۔ پہلی ہی آیت میں ﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (سارے آسمانوں اور زمینوں میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو رحمٰن کے پاس بطور غلام نہ آئے) کے ذریعے ساری آسمانی زمینوں میں عقل مند مخلوقات کے وجود کی خبر صراحت کے ساتھ دیتے ہوئے بتایا جارہا ہے کہ ان سب کو قیامت کے دن اکٹھا کیا جائے گا۔ پھر ﴿لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا﴾ کے ذریعے سبق دیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا احاطہ کرتے ہوئے انہیں خوب شمار بھی کر رکھا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کی جانب سے ان آسمانی مخلوقات کو خوب شمار کئے جانے کی اس تعبیر ﴿عَدَّهُمْ عَدًّا﴾ سے، جہاں تاکید و مبالغے کی غرض سے فعل کے بعد اس کا مصدر بھی دہرایا گیا ہے، بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ زمینوں اور ان میں بسی مخلوقات کی اصل تعداد کس قدر ہوگی۔ اسی طرح ﴿أَحْصَاهُمْ﴾ (اللہ ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے) ان تہذیبوں کے اس محیر العقول وسیع و عریض کائنات کے اطراف و اکناف میں بسے رہنے کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ چنانچہ یہاں اگر اول الذکر فقرہ ان خارجی تہذیبوں کی عددی کثرتوں کا اظہار کرنے والا ہے تو آخر الذکر ان کی مکانی وسعتوں کا۔ پھر آگے دو آیات میں ان آسمانی مخلوقات کی کچھ اور خصوصیات بیان کرنے کے بعد آیت ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ خارجی زندگی کے اس مربوط بیان کے بیچوں بیچ قصداً بطور جملہ معترضہ لائی گئی ہے، تاکہ اس ظاہری فصل کے ذریعے کلام میں کسی قدر ابہام پیدا کر کے قبل از وقت حقائق و معانی کے ظہور پر وقتی روک لگائی جاسکے۔ پچھلے باب کے مباحث کے مطابق جب صرف زمینوں کی کثرت کے واضح بیان میں نہایت درجے کی احتیاط و دور اندیشی کا مظاہرہ کیا گیا تھا تو اب یہ بات عین فطری اور مطابق عقل و منطق ہوگی کہ ان میں بسی مخلوقات کے بیان میں بھی اسی حکمت عملی کا التزام کیا جائے۔ پھر آخری آیت میں ﴿كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ کے ذریعے ہمیں یہ باور کرایا جارہا ہے کہ آسمانوں میں بسی موجودہ مخلوقات سے قبل وہاں کی لاتعداد نسلوں کو ہلاک و برباد بھی کیا جاچکا ہے۔ چونکہ ان ساری آیات میں کلام مربوط طور پر کل آسمانی مخلوقات پر ہورہا ہے لہذا ﴿قَبْلَهُمْ﴾ میں موجود ضمیر جمع مذکر غائب پہلی آیت میں ﴿مَنْ﴾ کی جانب ہی لوٹ رہی ہے۔ ضمیر کے اس مرجع بعید کی جانب لوٹائے جانے کی ایک دوسری دلیل اس سے متصل بعد والا فقرہ ﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ (کیا تم ان میں سے کسی کو محسوس بھی کرتے ہو یا ان کی کوئی خفیف سی آواز ہی سہی سن سکتے ہو؟) بھی ہے، کیوں کہ محسوس تو صرف انہیں مخلوقات کو کیا جاسکتا ہے یا خفیف سی آواز صرف انہیں کی سنی جاسکتی ہے جو زندہ ہوں، نہ کہ وہ جو عرصۂ دراز قبل ہی نیست و نابود کر دئے گئے ہوں۔ ـــــ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ﴿قَرْنٌ﴾ کے لفظی معنے ''ایک زمانے کے لوگ'' ہوتے ہیں۔ پچھلے مسلسل دو شمارات کے مطابق جس طرح ﴿قَرْيَةٌ﴾ کا پس منظر عالمی سے کائناتی میں تبدیل ہوجانے کی

صورت میں اس کے معنے میں وسعت پیدا ہو کر ایک پوری زمین مراد ہو جاتی ہے ٹھیک اسی طرح یہاں ﴿قُرُوْنٌ﴾ کی اس تعریف کا اطلاق اگر ہماری اس زمین کے موجودہ سلسلۂ انسانیت کے تناظر میں کیا جائے تو اس سے اس سلسلے کی کوئی بھی قوم مراد ہو سکتی ہے، جیسے قوم نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔ اور اگر اس کا اطلاق عمومی طور پر ساری کائنات کی زمینوں میں بسی مخلوقات کے سیاق میں کیا جائے تو اس کا دائرہ وسیع ہو کر ایک زمین کی پوری بسی مخلوق پر محیط ہو جاتا ہے، کیوں کہ اربوں سالہ قدیم کائنات کے پس منظر میں کسی زمین کی صرف چند ہزار سال تک جاری رہنے والی ساری سلسلۂ مخلوق ''ایک زمانے کے لوگ'' کی ایک حقیر ترین مثال ہی ہوگی۔ ملحوظ رہے کہ ہماری موجودہ سلسلۂ انسانیت کوئی چھ ہزار سال ہی قدیم ہے، جب کہ ہماری زمین کی عمر کم از کم ساڑھے چار ارب سال، اور اس کائنات کی عمر دس تا بیس ارب سال ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں ان دونوں استعمالات کی بہتات ہے۔ اگلے صفحات میں موضوعات کی مناسبت سے ان میں سے چند کو پیش کیا جائے گا۔ چنانچہ ہم نے ﴿قُرُوْنٌ﴾ کے اس آخری معنے میں استعمال کا ترجمہ ہر جگہ ''نسل'' ہی سے کیا ہے۔

اس آخری آیت کریمہ میں آسمانی مخلوقات کے تعلق سے ﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ (کیا تم ان میں سے کسی کو محسوس بھی کرتے ہو یا ان کی کوئی خفیف سی آواز ہی سہی سن سکتے ہو؟) کہہ کر دنیائے سائنس کی ایک اور مہتم بالشان حقیقت کو نہایت ہی اعجازی انداز میں بے نقاب کیا جا رہا ہے، اور اشارے ہی اشارے میں خارج از زمین عقل مند زندگی کی تلاش کی سمت جدید فلکیات کی ساری تگ و تاز کو اس چھوٹے سے فقرے میں سمیٹا جا رہا ہے۔ جیسا کہ پچھلے باب میں عرض کیا جا چکا خارجی زندگی کی تلاش میں جدید فلکیاتی سائنس بنیادی طور پر یہی دو قسم کے اقدامات کر رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے خلائی شٹل بیرون زمین بھیج کر خارجی زندگی کا پتہ از خود لگانے اور اسے جسمانی طور پر محسوس کرنے اور کھوج نکالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ مصنوعی ریڈیائی لہروں (artificial radio waves) کے ذریعے خارجی زمینوں اور ان میں بسی مخلوقات سے رابطہ پیدا کرنے کی سخت جدوجہد بھی کر رہی ہے۔ اور یہ ریڈیائی لہریں حقیقتاً ہلکی اور خفیف سی آواز ہی ہوتے ہیں، جنھیں ریڈیائی آلات کے ذریعے فضائی لہروں سے اخذ کر کے سنا جاتا ہے۔ آج ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون وغیرہ آلات انہیں اصول کو بروئے کار لا کر مواصلاتی میدان میں حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی ہیں۔ خارجی مخلوقات سے رابطے کی خاطر جس طرح ہم ان ریڈیائی لہروں کو ان کی جانب فضائے آسمانی میں بھیج سکتے ہیں ٹھیک اسی طرح ہم ان خارجی مخلوقات کی بھیجی ہوئی لہروں کو فضا ہی سے حاصل کر کے سن بھی سکتے ہیں۔ بلکہ آج جدید سائنس خارجی زندگی کی تلاش میں اپنی تمام تر کوشش ان خارجی مخلوقات کی ممکنہ طور پر بھیجی ہوئی ریڈیائی لہروں کو کھوجنے اور انہیں سننے ہی میں صرف کر رہی ہے، کیوں کہ یہ کام نسبتاً آسان اور کم وقت کا طلب گار ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ میں انسان کی ٹھیک اسی جدوجہد کی جانب یہ بلیغ اشارہ کیا جا رہا ہے کہ تم نے خارجی زمینوں اور ان میں عقل مند زندگی کے امکان پر اس قدر ٹھوس علمی و عقلی دلائل و براہین قائم

کرتو لئے ہیں، مگر عملی طور پر اتنی تلاش و جستجو کے باوجود کیا کسی مخلوق کو محسوس بھی کر سکے ہو، یا کم از کم خود ان کا بھیجا ہوا کوئی ریڈیائی سگنل ہی سہی پانے میں کامیاب ہو سکے ہو! لہذا غور کیا جا سکتا ہے کہ دریا بکوزہ کے مصداق باری تعالیٰ نے جدید فلکیاتی سائنس کی ساری جدو جہد کو اس نہایت مختصر اور بلیغ ترین فقرے میں کس قدر اعجازی انداز میں بند کر دیا ہے۔

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ جدید علمی و تکوینی حقائق کے اظہار میں قرآن مجید اکثر و بیشتر اشارات و کنایات ہی سے کام لیتا ہے، اور تفصیلی کلام سے قطعاً احتراز کرتے ہوئے کسی بھی مظہر طبیعی کی کسی مرکزی صفت کو ایسے بلیغ الفاظ اور جامع تعبیرات کے ذریعے بیان کر دیتا ہے، جو اُس حقیقت کے سائنسی سطح پر ظہور کے نتیجے میں براہ راست اور بغیر کسی تاویل کے ہر عام و خاص کی سمجھ میں آجاتے ہوں۔ بطور مثال ان ریڈیائی لہروں ہی کے لئے باری تعالیٰ اگر اپنی جانب سے کوئی اصطلاح وضع کرتا تو وہ یقیناً ان مظاہر کائنات کے خالق اور ان کے سربستہ رازوں کے واقف کار کی جانب سے ہونے کی وجہ سے اس قدر جامع و مانع ہوتی کہ انسان کی سمجھ سے بالکل بالاتر ہی ہوتی، کیونکہ وہ اپنے حواس اور سائنسی تحقیقات کے ذریعے اشیائے کائنات کے صرف ظواہر (phenomena) کا علم حاصل کر سکتا ہے، برخلاف ان کے بواطن (noumena) کے۔ لہذا اس نے ان کی تصویر کشی ان کی اسی مرکزی اور عام فہم صفت ﴿رِكْزًا﴾ یعنی ''خفیف سی آواز'' سے کر دی۔

مزید برآں، ہمیں ان خارجی مخلوقات کے بھیجے گئے ریڈیائی سگنل سن سکنے کی بات کہہ کر قرآن مجید سابقہ آیات کے ذریعے ان مخلوقات کے ثابت شدہ اوصاف پر ایک اور وصف کی زیادتی کر رہا ہے کہ وہ تہذیبی و تمدنی اور علمی و ثقافتی اعتبار سے ہم جیسے یا ہم سے بھی زیادہ ترقی یافتہ اور فائق ہو سکتے ہیں، کیوں کہ محض ایک مخلوق کی کسی دوسری خارجی مخلوق کو ان ریڈیائی لہروں کے ذریعے اپنے وجود کی خبر دینے کی کوشش ہی بے پناہ سائنسی اور فلکیاتی ترقی کی متقاضی ہوتی ہے، جیسا کہ اس وقت خود ہمارا اپنا حال ہے۔ ملحوظ رہے کہ ہم صدیوں کی علمی و فنی ترقی کے بعد ہی اور گزشتہ تقریباً پانچ دہائیوں ہی سے اس ٹکنالوجی کے استعمال پر پوری طرح سے قادر ہو سکے ہیں۔ لہذا اس وقت دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے کہ جدید فلکیات اب تک راست طور پر خارج از زمین ایک زندہ یا مردہ جرثومہ (microbe) تک دریافت نہ کر سکنے کے باوجود مختلف بالواسطہ دلائل و شواہد کی بنیاد پر خارجی تہذیبوں سے رابطہ پیدا کرنے کی سعی دہائیوں سے جس عزیمت و استقامت کے ساتھ کر رہی ہے وہ کس قدر حقیقت پسندانہ اور قرآن مجید کے جدید علمی اعجاز کے اظہار کے لئے کس قدر مطلوب و مستحسن ہے، اور یہ کہ خود وہ سائنسی دلائل و براہین کس قدر مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہیں۔ اب موجودہ شمارے کی مزید تائید و تقویت کے لئے درج ذیل آیات بھی ملاحظہ ہوں:

۸- ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ، وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ. بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ، بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا، بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ﴾ (نمل: ۶۵-۶۶)

ترجمہ: کہہ دو کہ سوائے اللہ کے آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے غیب کی خبر نہیں رکھتا ہے، اور انہیں اس کی بھی خبر نہیں ہے کہ ان کی بعثت کب ہوگی۔ بلکہ ان کا علم آخرت (کے ثبوت) کو پا چکا ہے، بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ وہ اس کی طرف اندھے بنے ہوئے ہیں۔

یہاں ﴿مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے) کی تعبیر سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ قرآنی بیان بھی ساری ہی آسمانی زمینوں اور ان میں بسی مخلوقات کے پس منظر میں ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس کے ذریعے نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ ان مخلوقات کو اس کی بالکل بھی خبر نہیں ہے کہ ان کی بعثت کب ہونے والی ہے۔ نیز ان مخلوقات کا ایک اور وصف یہ بھی بیان کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے بہت ساری ایسی بھی ہیں جو اگرچہ وقت بعثت کی خبر نہ رکھتی ہوں مگر وہ اس قدر متمدن اور علمی اعتبار سے اتنی ترقی یافتہ ہیں کہ انہوں نے اپنے علوم وفنون کی بدولت وقوع قیامت اور آخرت کی سچائی کو پا لیا ہے! مگر وہ اس کے باوجود اس سے شک میں پڑے ہوئے ہیں یا اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں، جیسا کہ اس وقت خود ہماری زمین والوں کا حال ہے۔ اس طرح یہ آیات سابقہ شمارے کے تحت ثابت شدہ دیگر آسمانی مخلوقات کی علمی وسائنسی ترقی کو مزید موکد کرنے والی ہیں۔

آسمانی مخلوقات کے یہ اور اب تک ثابت شدہ سارے ہی اوصاف وہی ہیں جو خود ہم انسانوں کے بھی ہیں۔ ان تمام حقائق کے پیش نظر کیا یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ساری مخلوقات بھی انسانی ہی ہیں؟ اور کیا وہ ائمۂ مفسرین جنہوں نے شمارہ ۱۲ کے تحت ﴿دَآبَّةٍ﴾ میں انسان کو بھی بنفس نفیس شامل مانا تھا وہ اُسی وقت اس عظیم الشان حقیقت کی کنہ تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے؟ چنانچہ اس سوال کے کافی وشافی جواب کے لئے اگلا شمارہ ملاحظہ ہو، جو اس ضمن میں قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے:

۹- ﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا، لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ، وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ...﴾ (رحمٰن:۲۹-۳۷) ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی ہے اسی سے مانگتا ہے، وہ ہر دن کسی کام میں ہوتا ہے۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اے جن وانس عنقریب ہم تمہارے لئے فارغ ہو جائیں گے۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اے گروہ جن وانس اگر تم میں طاقت ہو کہ آسمانوں اور زمینوں کے حدود سے باہر نکل جاؤ تو نکل کر دیکھو، (مگر یاد رکھو) تم ایک بڑی قوت کے بغیر نکل نہیں سکتے ہو۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (لہذا جب تم نکلنے کی کوشش کرو گے تو) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا،

پھر تم بچ نہ سکو گے۔ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ پھر جب آسمان پھٹ جائیں گے۔

یہاں ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ﴾ کا استعمال مکرر طور پر دو مرتبہ کیا گیا ہے، جس سے اس حقیقت میں مزید تاکید پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ گفتگو بھی ساری آسمانی زمینوں کے پس منظر ہی میں ہو رہی ہے۔ آخری آیت میں ﴿فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ﴾ (پھر جب آسمان پھٹ جائے گا) خبر دے رہا ہے کہ سابقہ ساری آیات دنیوی امور ہی سے متعلق ہیں، کیوں کہ الفاظ قرآنی سے پوری طرح عیاں ہے کہ قیامت کے بیان کی ابتدا ہی یہاں سے ہو رہی ہے۔ چنانچہ یہاں کلام کی شروعات ﴿يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ کے ذریعے کرتے ہوئے یہ خبر دی جا رہی ہے کہ ساری آسمانی زمینوں میں جو کوئی بھی ہے وہ حق تعالیٰ ہی سے مانگنے والا ہے۔ یہ مانگنے والے حقیقتاً کون ہیں بظاہر یہ آیت اس سے سکوت اختیار کیے ہوئے نظر آ رہی ہے۔ مگر اگلی ہی آیت میں اسلوب کلام کو اعجازی طور پر صیغہء غائب سے صیغہء مخاطب میں تبدیل کرتے ہوئے براہ راست انسان اور جنات کو مخاطب کر کے ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلٰنِ﴾ (اے جن وانس عنقریب ہم تمہارے لئے فارغ ہو جائیں گے) کہا جا رہا ہے، جس سے یہ لطیف اشارہ نکلتا ہے کہ وہ مانگنے والے یہی ہیں۔ پھر ملاحظہ ہو کہ کتاب الٰہی یہاں صرف اس احتمال کے ذکر ہی پر اکتفا کرنا کافی نہیں سمجھتی ہے، بلکہ متصل اگلی ہی آیت میں ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ﴾ کی ترکیب ایک اور مرتبہ دہرا کر صاف سیدھے اور منصوص طور پر ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا﴾ کے ذریعے انہیں ان ساری زمینوں کے بھی حدود سے باہر نکل جانے کی دعوت پیش کر دیتی ہے۔ اب سوچا جا سکتا ہے کہ اگر ان دونوں کا وجود ان ساری زمینوں میں بھی نہ ہوتا تو انہیں ان سے باہر نکلنے کی دعوت ہی کیوں دی جاتی؟ کیا اس قسم کے کسی مہمل و بے معنی بیان کی توقع خالق ارض وسما جیسی ذات اقدس سے کسی بھی قیمت پر کی جا سکتی ہے؟ اس وقت یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ ہم پچھلے باب میں زمینوں کے تعدد کے بیان میں بھی ٹھیک اسی اخفا اور اعجازی اظہار کا مشاہدہ بار ہا کر چکے ہیں، جس سے موجودہ ارشاد باری کے فہم و ادراک میں بھی کافی سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

مگر متقدم مفسرین کے ایک طبقے نے اپنے ادوار میں دیگر زمینوں اور ان میں مکلف مخلوقات کے وجود اور ان کے احوال و کوائف پوری طرح مجہول ہونے کی بنا پر آخر الذکر آیت کو مجرد طور پر اور پورے نہایت مربوط سیاق وسباق سے بالکل منقطع کر کے دیکھا تو ان کے نزدیک جن وانس سے اس خدائی خطاب کو اخروی نوعیت کا قرار دینے کے علاوہ کوئی اور متبادل مفہوم مشکل ہی تھا۔ مزید برآں اس تاویل میں بھی ان کے پیش نظر صرف ہماری موجودہ ایک ہی زمین تھی۔ البتہ ان کی یہ تاویل اُس وقت بھی کسی بھی طرح صحیح نہیں ہو سکتی تھی، کیوں کہ اسی آیت کا آخری فقرہ ﴿لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ (تم ایک بڑی قوت کے بغیر نکل نہیں سکتے ہو) بھی اس امکان کو واضح طور پر تسلیم کر رہا ہے کہ یہ دونوں اجناس ایک زبردست قوت کے بل بوتے آسمانوں اور زمینوں کے حدود کو عبور بھی کر سکتی ہیں، جب کہ آخرت

میں یہ امر محال ہوگا۔اسی طرح اگر اس خطاب کی نوعیت اخروی ہوتی تو اس صورت میں جن وانس کو دعوت میدان حشر کے حدود وقیود ہی سے فرار اختیار کرنے کی دی جاتی، نہ کہ دیگر ساری زمینوں کے حدود کو پھلانگنے کی۔ مزید برآں یہ دعوت فرار مخصوص طور پر جن وانس کے طبقۂ منکرین ومکذبین ہی کو دی جاتی، نہ کہ اس خطاب کے عموم میں اہل جنت مومنین کو بھی شامل کرلیا جاتا۔ جب کہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جدید انسان دیوہیکل اور نہایت طاقتور راکٹوں -- جو ﴿سُلْطٰنٍ﴾ (ایک بڑی قوت) کی منہ بولتی تصویر ہیں -- کی مدد سے کئی مرتبہ ہماری زمین کے حدود سے بالکل باہر ہو آیا ہے، اور آئے دن اس کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلسل اس خدائی اعلان پر مہر تصدیق ثبت کرتا بھی جارہا ہے۔ نیز خود اکثر متقدم ائمۂ مفسرین کے نزدیک بھی یہ احتمال ضرور موجود ہے کہ یہ خطاب دنیوی نوعیت کا بھی ہوسکتا ہے۔ ان میں امام طبریؒ، امام رازیؒ، قاضی بیضاویؒ، امام بغویؒ، قرطبیؒ، علامہ آلوسیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بالخصوص امام رازیؒ عبارت کے عموم کا لحاظ کرتے ہوئے اسی امکان کو اولیٰ وافضل قرار دیتے ہیں۔ حقیقتاً یہ اور اس کے بعد والی دونوں آیات شریفہ مل کر موجودہ خلائی دور سے گہرا تعلق رکھنے والی اور ایک بہت ہی اہم فلکیاتی مظہر سے نہایت اعجازی انداز میں پردہ اٹھانے والی ہیں، جس پر مفصل کلام اگلے باب میں کیا جائے گا۔

یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ موجودہ شمارے کے ذریعے مقصود حقیقتاً ساری زمینوں کے طبقات جن وانس سے خطاب نہیں بلکہ اس سے صرف ان کے ہر جگہ اثر ونفوذ کی خبر ہمیں اعجازی طور پر دینا ہے۔ لہٰذا اس بحث سے مدلل اور منصوص طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پچھلے مسلسل آٹھ شمارات کے ذریعے ساری آسمانی زمینوں میں ثابت شدہ ہو بہو انسانی اوصاف سے متصف مکلف مخلوقات خود انسانوں ہی کی ہیں، اور یہ کہ ہر جگہ ان کا ساتھ جنات سے بھی ہوتا ہے۔

اب ممتاز مفسر قرآن اور نامور صحابی رسولؐ حضرت ابن عباسؓ کی وہ حیرت انگیز روایات ملاحظہ ہوں جو ہمارے اخذ کردہ مفہوم کی حد درجہ تائید وحمایت کرنے والی ہیں، اور جنہیں امام طبریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی اپنی تفاسیر میں سورۂ طلاق:۱۲ کے ضمن میں نقل فرمایا ہے: "فی کل أرض مثل إبراهيم ونحو ما على الأرض من الخلق." ترجمہ: ہر زمین میں ابراہیمؑ جیسا اور اس زمین جیسی مخلوقات موجود ہیں۔

"سبع أرضين فی كل أرض نبی كنبيكم وآدم كآدم ونوح كنوح وإبراهيم كإبراهيم وعيسى كعيسى." ترجمہ: سات زمینوں میں سے ہر زمین میں تمہارے نبیؐ کے مانند ایک نبی ہے، اور آدمؑ کی طرح آدم، نوحؑ کی طرح نوح، ابراہیمؑ کی طرح ابراہیم اور عیسیٰؑ کی طرح عیسیٰ بھی۔

ان دونوں روایات کے ہر لفظ سے عیاں ہے کہ ساری ہی زمینوں میں ہم جیسی مخلوق آباد ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایات اب تک ان دونوں ابواب میں منتشر طور پر ثابت شدہ بہت سارے قرآنی حقائق کی تلخیص کرنے والی ہیں۔اس سے یہ حقیقت بھی بخوبی ثابت ہورہی ہے کہ یہ ہماری کوئی نئی اور انوکھی تحقیق نہیں ہے، جس سے متقدمین

بالکلیہ غیر مانوس رہے ہوں۔ بلکہ حضرت ابن عباسؓ نے اس کلیے کا ادراک شروع دور ہی میں کرلیا تھا، جس کے لوازمات اور دیگر تفصیلات سے ہم آج خود قرآن مجید ہی کی روشنی میں مطلع ہورہے ہیں۔ یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رہے کہ انہیں ائمۂ تفسیر نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آپؓ کی ایک اور روایت کا بھی ذکر فرمایا ہے، جس سے ان مرویات کی وہبی والہامی نوعیت بھی پوری طرح آشکارا ہوجاتی ہے:

"لوحدثتکم بتفسیرھا لکفرتم، و کفرکم تکذیبکم بھا." ترجمہ: اگر میں تمہیں اس آیت کی تفسیر بیان کردوں تو تم کفر کر بیٹھو گے، اور تمہارا یہ کفر اس آیت ہی کو جھٹلا دینا ہوگا۔

اس سے ظاہر ہے کہ کائناتی مخلوق کے تعلق سے حضرت ابن عباسؓ کچھ مزید معلومات بھی رکھتے تھے، مگر انہوں نے بعض خدشات اور رائج الوقت علمی سطح کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے اس ضمن میں کسی مزید تفصیل کے بیان کرنے سے قطعاً احتراز فرمایا۔ چنانچہ سوچا جاسکتا ہے کہ عوام پر ان علمی حقائق کے اظہار کے لئے آپؓ کا ساتویں صدی عیسوی جیسا زمانہ کس طرح موزوں ومناسب ہوسکتا تھا جب کہ موجودہ اکیسویں صدی جیسے نہایت ترقی یافتہ علمی دور میں بھی خود سائنسی برادری ہی اس تعلق سے بڑے تذبذب کا شکار ہے، اور اس ضمن میں کوئی بات قطعی وحتمی طور پر کہہ نہیں پارہی ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے عوام تو عوام خود طبقۂ محدثین ومحققین نے بھی ان روایات کو شک وتردد ہی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان سے قابل قدر اعتنا نہیں کیا ہے۔ کچھ نے ان روایات کی باعتبار سند نقد وجرح کی تو کچھ نے اس ضمن میں خاموشی اختیار کرنے ہی کو بہتر جانا، کیوں کہ اس وقت ان حقائق کو تسلیم کرلئے جانے کے نتیجے میں امنڈ پڑنے والے فکری ونظریاتی افتراق وانتشار کا تدارک تقریباً ناممکن ہوجاتا۔ مگر چونکہ یہ روایات عصر حاضر میں درایتی اعتبار سے اس قدر ارشادات ربانی کی شرح وتفسیر کرنے والی ہیں کہ ان کا موہوم سقم از خود رفع ہوجاتا ہے۔ نیز اگرچہ حضرت ابن عباسؓ نے یہاں مثلیت میں آسمانوں کے سات عدد پر قیاس کرتے ہوئے زمینیں بھی اسی قدر مراد لی ہیں، مگر جیسا کہ پچھلے باب میں خود قرآن مجید ہی کی متعدد نصوص سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے ساتوں آسمانوں میں لاتعداد زمینیں موجود ہیں۔ چنانچہ زمینیں اور ان میں بسی انسانی تہذیبیں کس قدر رہوں گی اس کا کسی قدر تخمینہ حسب ذیل آیت پاک سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

۱۰- ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ...﴾ (شوریٰ:۵) ترجمہ: قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر (کے بوجھ کی وجہ) سے پھٹ پڑیں اس حال میں کہ فرشتے اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے زمینوں میں رہنے والوں کیلئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔

یہ ارشاد باری ساتوں آسمانوں اور ان میں موجود ساری ہی زمینوں کے سیاق میں ہورہا ہے، جس کی دلیل یہاں ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے پس منظر میں ﴿الْاَرْضِ﴾ کا استعمال ہے۔ اور جیسا کہ شمارات ۷-۸ کے تحت عرض کیا جاچکا

اکیلا ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ ہی اپنے وسیع تر مفہوم کے تحت ساری ہی زمینوں پر بھی محیط ہوتا ہے۔ چنانچہ ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ سے یہ معنی خیز اشارہ نکلتا ہے کہ وہ بوجھ جس کی وجہ سے آسمان اپنے اوپر سے پھٹنے کے قریب ہیں وہ انہیں زمینوں اور ان میں بسے انسانی تمدنوں کا ہے۔ اسی لئے یہاں اصولی اعتبار سے "مِنْ تَحْتِهِنَّ" (اپنے نیچے سے) کے بجائے قصداً اور خلاف قاعدہ ﴿مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ (اپنے اوپر کے بوجھ کی وجہ سے) کی ترکیب اختیار کی گئی ہے، کیوں کہ منطقی لحاظ سے آسمان اگر پھٹیں تو وہ اپنے اوپر سے نہیں بلکہ اپنے نیچے ہی سے پھٹتے ہیں۔ پھر ملاحظہ ہو کہ ٹھیک سابقہ شمارے ہی کی متابعت میں قرآن مجید یہاں ایک اور مرتبہ صرف اشارے ہی پر اکتفا نہیں کرتا ہے، بلکہ اس کے متصل بعد راست طور پر ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ (فرشتے اپنے رب کی حمد بیان کرتے ہوئے زمینوں میں رہنے والوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں) کے ذریعے ان زمینوں اور ان میں بسی تہذیبوں کو نہایت اعجازی طور پر ظاہر کر رہا ہے، جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سارا بیان آسمانی زمینوں اور ان میں آباد انسانی مخلوقات ہی کے ضمن میں ہو رہا ہے۔

متقدمین کے نزدیک چونکہ خارجی مخلوقات ثابت نہیں تھیں اس لئے انہوں نے اس سے ملائکہ کا بوجھ مراد لیا تھا۔ اس وقت یہ حقیقت بھی مدنظر رہے کہ ابتدائے باب میں شمارہ ۲ کے تحت ﴿دَآبَّةٍ﴾ کے ذریعے ساری کائنات میں ثابت ہونے والی انسانی مخلوقات کا تعلق بھی اسی سورۂ شوریٰ کے وسط سے ہے، جس کی ابتدا سے موجودہ شمارے کا بھی تعلق ہے، جس سے موجودہ شمارے کے حقیقی منشا و مراد پر بھی خاطر خواہ مزید روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ آسمانوں کے اپنے اوپر کے بوجھ کی وجہ سے پھٹ پڑنے کے قریب ہو جانے کی موجودہ تصریح اور پچھلے باب میں زمینوں کی بے انتہا کثرت کے مختلف النوع بیانات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خارجی زمینوں اور ان میں بسے انسانی تمدنوں کی تعداد کس قدر کثیر اور ناقابل تصور ہوگی۔

الغرض اب تک پیش کردہ آیات کے ملاحظے سے نہایت مدلل اور ناقابل تردید طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں لاتعداد زمینیں ہیں، جو سب کی سب جن و انس کی ابتلا و آزمائش ہی کی خاطر پیدا کی گئی ہیں، ہر جگہ خلق وفنا کا سلسلہ مستقل طور پر جاری و ساری بھی ہے۔ پرانی نسلیں اپنے گناہوں و کرتوتوں کی پاداش میں فنا و معدوم ہو رہی ہیں اور مسلسل ان کی جگہ نئی نسلیں وجود میں آ رہی ہیں۔ اگلے باب میں ہم کائناتی سطح پر تخلیق و تخریب کے اس خیرہ کن اور عبرت آموز قرآنی فلسفے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے ساری ہی زمینوں کی ایک نہایت مہیب اور خوفناک طبعی حقیقت کو منکشف کرنے کی سعی کریں گے، جس سے اب تک ان دونوں ابواب کے تحت پیش کردہ ہمارے سارے مباحث اور مختلف ارشادات قرآنی سے مراد لئے گئے ہمارے مفاہیم قوی سے قوی تر ہوتے چلے جائیں گے۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام

ہے غلامی تری حریت کی سند — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
تیرے جود و کرم کی نہیں کوئی حد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
تیری صورت حسیں تیری سیرت حسیں — دلکش و دلکشا دلربا دلنشیں
نقشِ حسن ازل عکسِ حسنِ ابد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
حاصلِ کن فکاں تاجدارِ امم — آپ جیسا کہاں سیّدِ محترم
رحمتِ دوجہاں نازنینِ صمد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
شاہِ عالی نسب تو ہے محبوبِ رب — اے امامِ عجم اے امیرِ عرب
آپ پر میں فدا میرے اب میرے جَد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
کیسے تشبیہ دوں میں تو حیران ہوں — آپ ہی کو فقط آپ جیسا کہوں
تیرے اوصاف لاانتہاء بے عدد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
یہ صدائیں مری التجائیں مری — آپ کے واسطے سے دعائیں مری
بارگاہِ احد میں نہیں مسترد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
نعت لکھنے کا مجھ میں سلیقہ کہاں — عقل وادیٔ حیرت میں ہے سرگراں
شانِ اعلیٰ تری ماورائے خرد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام
عشقِ خیرالوریٰ حبِّ خیرالبشرؐ — ہے مرا زادِ راہ میرا زاد سفر
بس یہ فانی مری شمعِ تیرہ لحد — تجھ پہ ہردم درود تجھ پہ بے حد سلام

مولانا محمد حذیفہ وستانوی
استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا (انڈیا)

ٹیکنالوجی کا جنون یا نمرودیت وفرعونیت جدیدہ

مغربی سائنس داں: ''کریونیکس'' کرو، یعنی مردہ جسموں کو محفوظ کرو، ہم عنقریب دوبارہ زندہ کرینگے

حقیقت یا سراب؟

اللہ رب العزت نے انسان کو روح اور مادہ یعنی جسم سے مرکب پیدا کیا اور دنیا کو دار العمل والاختبار اور فانی اور آخرت کو دار الجزاء وسزا اور ابدی بنایا، ساتھ ہی انسان کو اختیار خیر وشر کا ملکہ عطا کیا، اور اسی اختیار پر آئندہ اس کی کامیابی وناکامی کو موقوف رکھا، اگر وہ صرف مادہ پر محنت کرتا ہے، اور اصلاح باطن سے روگردانی اختیار کرتا ہے، تو یہ اس کیلئے باعث ہلاکت ہے؛ قرآن کہتا ہے ''و قد خاب من دساھا '' اجس نفس یعنی باطن کو بگاڑ دیا وہ برباد ہوگیا، ور اگر تزکیہ نفس کرتا ہے تو یہ اس کیلئے باعث نجات ہے، قرآن کہتا ہے ''قد افلح من زکھا '' کامیاب ہوگیا وہ جس نے تزکیۂ نفس کیا، اسی لیے پیر ذوالفقار نقشبندی فرماتے ہیں: کہ تزکیہ نفس کے بغیر جنت میں دخول ممکن نہیں، کیوں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جہنم سے گنہ گار کو نکالا جائیگا، تو ایک نہر میں غوطہ دیا جائیگا جس سے دل اور نفس کی تمام برائیاں ختم ہو جائے گی، اور ویسے بھی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ مؤمن عاصی کو جہنم میں تزکیۂ کیلئے ہی ڈالا جائے گا۔

مگر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ''صنعتی انقلاب'' کے بعد ''مغرب'' اور ''یورپ'' نے انسان کو ''مادیت'' کے دلدل میں پھنسا دیا ہے، اور مسلسل صدیوں سے یہی کوشش ہو رہی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ''مادہ'' ہی سب کچھ ہے، اسی لیے انہوں نے اللہ کے وجود کا انکار سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی، اور ساتھ ہی سارتر جیسے ملحد سائنس داں نے مادہ اور دنیا کے لافانی اور ابدی ہونے کو بھی بے تکے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ گویا یہ کائنات خود بخود بنی ہے اور ہمیشہ رہے گی، ختم نہ ہوگی، یہ اکثر مغربی سائنس دانوں کا رجحان ہے، البتہ بعض معدودے چند ایسے سائنس داں بھی ہیں جو ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے، اور دنیا کے آغاز اور فنا ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں، اگر چہ وہ غیر مسلم ہیں، مگر ہمارے بعض (بے جا) وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرنے والوں نے انہیں ''مؤمن سائنس داں'' کا لقب دینے کی جسارت کی ہے، جو صحیح نہیں جب تک ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مظاہرہ ان کی جانب سے نہ ہو ہم انہیں ''مؤمن سائنس داں'' نہیں کہہ سکتے۔

اس تمہید کے بعد آیئے ہم اصل موضوع کی طرف رُخ کرتے ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ ایک عرصہ پہلے، اردو ٹائمز میں سائنس پر ایک مضمون پڑھا تھا، جس میں یہ موازنہ کیا گیا تھا کہ سائنس اور قدرت کا تقابل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں مختلف سائنس دانوں کے نظریات بیان کیے گئے تھے، بعض سائنس داں کو کہنا تھا کہ قدرت کا مقابلہ سائنس نہیں کرسکتی، اور بعض کا کہنا تھا کہ (العیاذ باللہ) سائنس قدرت کا مقابلہ ہی نہیں، بلکہ اس کو پچھاڑ بھی سکتی ہے۔ بندہ کو اس دوسرے گروہ اور طائفہ پر بڑی حیرت ہوئی، کہ عجیب عقل کے مارے ہوئے ہیں یہ سائنس داں، جو تحقیق اور ریسرچ اسکالر اور اپنے ذہین وفطین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جب کہ ان کو اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتی ہے، کہ کہاں لامحدود قدرت الٰہی اور کہاں محدود در محدود عقل انسانی یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ کہ محدود، غیر محدود کا مقابلہ کرسکے؟ تب میری سمجھ میں آیا کہ قرآن جو غیروں کو کبھی ''سفهاء'' کہتا ہے، کبھی ''میت اور موتیٰ'' کہتا ہے، کبھی ''اعمی اصم اور ابکم'' کہتا ہے، کبھی ''لایعقلون''، کبھی ''لایعلمون''، ''لایبصرون''، ''لایسمعون'' کہتا ہے بالکل صحیح اور درست کہتا ہے۔ واقعۃً ان کا یہی حال ہے۔ ایک مدت تک میں سمجھا ان کا دعویٰ محض دعویٰ، مگر جب اس ماہ (یعنی ذوالحجہ) عربی مجلّہ ''المجتمع'' ہاتھ لگا تو میری حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی؛ کیوں کہ اس میں تین مضامین یکے بعد دیگرے، پے در پے ایک ہی موضوع پر تھے اور وہ موضوع کیا ''کریونیکس''، یعنی انسانی مردہ بدن کو اس غرض سے محفوظ رکھنا کہ وہ دوبارہ سائنس دانوں کی کوشش سے دنیا ہی میں زندہ کیا جاسکے گا!!!

گویا سارٹر کے نظریہ ابدی کو عملی طور پر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے، بندہ نے 'المجتمع' اور اس کے علاوہ چند دیگر ویب سائٹوں سے اس موضوع پر مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے، امید ہے کہ اسلامی ''نظریہ فناء دنیا کا تیقین'' اور سائنسی ''نظریہ ابدیت مادہ'' کی تردید اور تغلیط کی اس کے ذریعہ ممکن ہوسکے گی۔

علمی ترقی انسان کا فطری تقاضا: اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اللہ رب العزت نے جب سے وجود بخشا ہے تب ہی سے علم کو اس کی طبیعت کا ایک لازمی عنصر بنا دیا ہے، یہ عجیب امر ہے کہ قرآن کے بیانِ صادق کے مطابق، اللہ نے جب اسے پیدا کیا، تو پیدا کرنے کے بعد سب سے پہلے اسے علم سے وابستہ کیا کیوں کہ علم ہی وہ جوہر تھا جس سے خیر اور شر کے درمیان تمیز کا ملکہ پیدا ہوتا، اور علم بھی اللہ نے خود معلم بن کر سکھایا، اب ذرا غور کیجئے جس انسان کا سب سے پہلا معلم، اور استاد خود اس کا خالق و مالک جو حکیم وعلیم، خبیر وبصیر، معبود برحق اللہ جل جلالہٗ ہو، اس کو علم سے کیسا شغف اور تعلق ہوگا، اسی علم الٰہی کی برکت ہے، کہ ہزاروں سالوں کے بعد بھی آج انسان کے ایک طبقہ میں خیر اور شر کے درمیان حق و باطل کے مابین امتیاز کا وصف موجود ہے، علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے رہنے سہنے، کھانے پینے اور نکاح بیاہ، سب کا انتظام علم سکھانے کے بعد کیا، اور اسی علم کی وجہ سے مسجود ملائکہ اور اشرف الخلائق کا رتبہ عطا کیا، مگر یہ سوچنا چاہئے کہ آخر کیوں ایسا بڑا رتبہ اور اتنی بڑی اہمیت علم کو دی گئی؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ وہ شر کو چھوڑ کر خیر کو اختیار کرے، کیوں کہ اللہ خیر اور حق کو پسند کرنے والا ہے، گویا وہ اسی علم الٰہی کی وجہ سے وصول الی

اللہ جیسی عظیم نعمت سے مالا مال ہو جائے، جو انسانی زندگی کا مقصد اور منتہیٰ ہے، لہٰذا انسان کو علم اس لیے سیکھنا چاہئے کہ وہ اللہ تک رسائی حاصل کرلے، نہ اس لیے کہ (العیاذ باللہ) وہ اللہ کو اپنا مدِ مقابل بنا کر اس کی لامحدود قدرت کے مقابلہ پر اتر آئے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ حماقت ہے، اور جس چیز کو علم کا نام دے کر وہ ایسا کر رہا ہے، وہ علم نہیں، جہل ہے، مگر عقل سے کورا ہونے کی وجہ سے وہ اسی جہل کو علم تصور کرتا ہے، علم جدید (سائنس) جو درحقیقت فن جدید کہے جانے کا صحیح مصداق ہے، وہ اس وقت اسی دہانے پر کھڑا ہوا ہے، جس کی بین اور واضح بے شمار مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں ان میں سے ایک ''کریونیکس Cryonics'' ہے، جس کو ہم نے موضوع بحث بنایا ہے، کیا ہے؟ یہ ''کریونیکس'' کو آیئے ہم جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

''کریونیکس'' کیا ہے؟: ''کریونیکس'' کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ اس کو بیان کرنے سے پہلے ہمیں ''کریونیکس'' کو سمجھنا ہوگا، کیونکہ شریعت کسی بھی چیز پر بلا تحقیق حکم مسلط نہیں کرتی ہے، بلکہ پہلے اس کی پوری حقیقت کا بغور مطالعہ کرتی ہے، اس کے بعد دنیا و آخرت میں اس کے کیا نتائج اور مصالح و مفاسد مرتب ہوتے ہیں اس کا معاینہ کرتی ہے، افراد اور معاشرہ دونوں کیلئے وہ چیز کس حد تک مفید اور کس حد تک مضر ہے، غرضیکہ اس کے تمام مالہ و ماعلیہ کو بغور معلوم کر لینے کے بعد کوئی حکم مرتب کرتی ہے، یہ چیز جائز ہونی چاہئے یا ناجائز۔

سائنس سیاست اور قلم سازوں کا باہمی تعاون!!! ایک مدت سے ایک عجیب بات منظر عام پر آرہی ہے، وہ یہ کہ اہل سیاست اور اہل سائنس کسی چیز کو سیاسی یا سائنسی میدان میں پردہ پر لانے سے پہلے، اس کی کہانی بنا کر اس پر فلم بناتے ہیں، اور پھر اس فلمی پردہ پر اس کی قبولیت کے بعد، اسے حقیقی صورت دینے کی کوشش کرتے ہیں، نائن لیون کے واقعہ میں بھی یہی کچھ ہوا (جس کی تفصیلات آپ نذر الحفیظ ندوی کی مقبول کتاب کے نئے ایڈیشن میں پڑھ چکے ہیں)، اب ''کریونیکس'' کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے، اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے ''فتنہ ساز'' ادارے اور کمپنیاں کتنی چابک دستی اور مکاری کے ساتھ فکرِ انسانی پر تسلط حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے، گویا ان کا اصل ہدف انسانی قوت فکر، اور انسانی قوت عقل پر غالب آکر، اس پر تا دیر مسلط رہنا اور ساتھ ساتھ یہ بھی تأثر دینا ہے کہ ہم اتنی ترقی کر چکے ہیں، کہ موہوم اور خیالی چیزوں کو بھی حقیقت میں بدل سکتے ہیں، لہٰذا اب انسانوں کو ہماری ہی بات تسلیم کرنی چاہئے، اور سب سے بیزار ہو جانا چاہئے۔

''دیمۃ الجابر'' اپنے عربی مضمون ''کریونیکس'' میں تحریر کرتی ہے کہ ''ایک مدت پہلے ہم نے امریکی قلم کار ''جاک لنڈن'' کی تحریر کردہ ایک کہانی کا مطالعہ کیا تھا جس کا عنوان تھا ''آلاف المیتات'' (A thousand Deaths) یعنی ہزاروں مردے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک باپ جو علم الحیات کا ماہر ہوتا ہے، اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کرے، گویا وہ اپنے ہی بیٹے پر یہ تجربہ کرتا ہے، کہ کبھی اس کو زہر دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، پھر اسے زندہ کرتا ہے،

کبھی گلا گھونٹ کر مار دیتا ہے، پھر اسے زندہ کرتا ہے، اور زندہ کرنے کیلئے اس کو مارنے کے بعد اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کی خاطر برودت میں جمانے کیلئے رکھ دیتا، اور پھر کیمیائی مواد کو مرکب کر کے اس تجمید شدہ جسم کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے ۔ بہ کرتا، اور اس طرح وہ زندہ ہو جاتا، گویا مکمل موت کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہو جاتا، پھر قصہ اس بات پر ختم ہو جاتا کہ ی طرح بیٹا اس کے باپ اور اس کے معاونین سے کبھی خلاصی حاصل کر کے راہ فرار اختیار کر لیتا۔ جب میں نے اس لہانی کو پڑھا تھا، اس وقت میرے خواب خیال میں بھی نہ تھا کہ دنیا میں اس مفروضہ کہانی کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے بے جا جسارت کی جائے گی، کیوں کہ میں مسلمان ہوں، میرا عقیدہ ہے "موت" ایک حقیقت ہے، اور موت کے بعد انسان کی روح یا تو جنت میں چلی جاتی ہے، یا جہنم میں، گویا وہ مکمل طور پر محبوس ہو جاتی ہے، اس کا اعادہ اللہ کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں، کیوں کہ وہ زندگی کے مرحلہ ثانی یعنی برزخ میں پہنچ جاتی ہے، قرآن کا صاف اعلان ہے "**حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالح فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها و من ورائهم برزخ الی یوم یبعثون**" (سورۃ المؤمنون) "یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آ پہنچے گی تو وہ کہے گا، اے میرے رب، مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تا کہ میں نیکی کر کے آؤں جس کو میں نے پہلے فراموش کر دیا تھا، (جواب ملے گا) ہرگز یہ آرزو پوری نہ ہو سکے گی، اس کا یہ قول صدا بصحرا ء ثابت ہوگا، اور ان کیلئے حیاتِ دنیوی کے بعد حیات برزخ ہوگی، قیامت کے دن تک" یہ آیت یہ مسلمانوں کو درس دے رہی ہے کہ انسان زندگی کے تین مراحل سے گذرے گا، حیات دنیا، ولادت سے موت تک، حیات برزخ، موت سے قیام قیامت تک، اور حیات آخرت یوم الحساب سے ابدالآباد تک کے لیے، عجب نہیں اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کو پہلے ہی اس بات پر متنبہ کر دیا ہو کہ کوئی کیسا ہی دعویٰ کیوں نہ کرے؟ یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا میں موت کے بعد انسان یا کسی بھی حیوان کو زندہ کیا جا سکے، تم اس کے موہوم دعویٰ پر کبھی بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا، بلکہ اللہ ہی کے دعویٰ پر اعتماد اور یقین رکھنا، اگر تم اس کی کتاب اور اس کے معبود برحق ہونے کا ایمان رکھتے ہو، بہر حال سائنس دانوں کے اس دعویٰ موہومہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے دنیا میں یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے، کہ انسانوں اور جانوروں کے مردہ جسموں کو اعادہ حیات کی امید پر "کریونیکس (Cryonics)" کیا جا رہا ہے۔

<u>"کریونیکس" ایک تعارف:</u> "کریونیکس": یہ ایک سائنسی اصطلاح ہے، آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے صفحہ ۳۷۱ پر ہے: Cryonics کہا جاتا ہے

"Process of freesing a body at the momnet of its death with the hope that "it will be brought back to life at same future time. P317

مستقبل قریب میں اعادہ حیات کی امید پر موت کے بعد بدن اور جسم کو منجمد کرنے کیلئے کولنگ یعنی ٹھنڈک میں رکھ دینا۔

سائنس دانوں نے یہ تجربہ کیا کہ جب کسی چیز کو شدید برودت میں رکھا جائے تو وہ گلنے اور سڑنے سے محفوظ ہو جاتی ہے، اسی تجربہ کے نتیجہ میں ثلاجۃ یعنی فریج ایجاد کیا گیا، اب اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے، کہ انسانی لاشوں اور حیوان کی مفقود ہونے والی انواع کو بھی بڑے بڑے کولڈ سینٹروں میں، مختلف کیمیائی مادوں کے سہارے محفوظ کیا جائے اور اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ دوسری جانب یہ بات بھی قابل تعجب ہے، کہ خود اس فن کے ماہرین اس بات کا اعتراف بھی کرر ہے ہیں، کہ یہ بات قطعی اور یقینی نہیں ہے، کہ ہم مردار کو زندہ کرنے پر قادر ہو ہی جائیں گے، اور اگر بالفرض قادر ہو بھی گئے تو اس بات کی بھی کوئی یقین دہانی اور گارنٹی نہیں کہ یہ محفوظ اجسام پہلے کی طرح حرکت اور کام کاج پر قادر ہو سکیں گے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ طویل عرصہ گذر جانے کی صورت میں کمزوری اور بڑھاپے کا مزید شدت سے احساس ہو، مزید برآں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زندہ ہونے کے بعد انسانی معاشرے سے نفور بھی اختیار کرلے، یا انسانوں اور اپنے ہم جنسوں سے بالکلیہ ہی ناطہ توڑ لے، مگر پھر یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو سائنس اس کا بھی علاج تلاش کر کے اس کے بڑھاپے کو جوانی سے تبدیل کر دے گی، اور اس کو ایسا محفوظ و مامون کردے گی، کہ کوئی بیماری ہی لاحق نہ ہونے پائے گی، تو علاج کا تو سوال ہی کہاں پیدا ہوگا۔

اس مذکورہ بالا پیراگراف پر اگر آپ غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ سب متضاد دعوے محض وہم اور الکل ہے، جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں۔ قرآن نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ''ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شینا '' یہ لوگ محض الکل کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور الکل اور ظن حق تک رسائی میں ذرہ برابر مددگار ثابت نہیں ہوتا، اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ آج تک کوئی وہمی نظریہ اپنی حقانیت کو ثابت نہیں کرسکا، بلکہ اگر آپ قرآن کی روشنی میں ماضی بعید کے متمردین میں ''فرعون'' کے دعاوی کو پڑھیں گے، تو آج کے ان گمراہ سائنس دانوں اور اس میں مماثلت پائیں گے، کیوں کہ ایک طرف وہاں بھی موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے یہی اعلان حق کیا تھا، کہ میں رب العالمین الہ واحد کو اپنا معبود جانتا ہوں، تو فرعون نے کہا تھا: کہ اے ہامان اونچی تعمیر کھڑی کردتا کہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر (العیاذ باللہ) اس کا مقابلہ کرسکوں، اور ادھر قرآن بھی چودہ سوسال سے اسی اعلان برحق کی صدائیں لگا رہا ہے، قرآن حقائق کو بیان کرتا ہے، ان گمراہ سائنس دانوں کی طرح ظنیات کو نہیں بیان کرتا۔ قرآن نے فرعون کے واقعہ اور خاص طور پر واقعہ کے اس جزء کو اہتمام کے ساتھ بیان کیا ہے، شاید وہ اسی لیے ہو، کہ فرعونیت کی مثالیں جس طرح کسی زمانہ میں مصری تہذیب کا جزء رہی ہے، نام اور اسلوب بدل کر مادی ترقی کے دور میں بھی اس کا ظہور ہونے والا ہے جس کے نتیجہ میں میں مغربی تہذیب کے یہ چیزیں جزء بننے والا۔ اسی لیے پہلے ہی سے قرآن نے اس کے جوابات ماضی کے واقعات کی روشنی میں بیان کردیئے، اور ساتھی ہی نتائج بھی تا کہ ہم مسلمانوں کو ہر وقت اس پر تنبیہ ہوتی رہے، اور ہم اس طرح کے کسی بھی پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوسکیں۔ وللہ الحمد حمداً

یلقیہ بشانہ علی ذالک!

آلکور تنظیم اور ''کریونیکس'': امریکہ کی ''اریزونا'' ولایت میں ''سکوتسدیل'' شہر میں ایک ''آلکور'' نامی کمپنی ہے، جس کی تاسیس ۱۹۷۲ء میں عمل میں آئی، جو ''تجمید'' کیلئے مشہور ومعروف ہے، اس کا خود اپنے بارے میں یہ کہنا کہ ہمارا ادارہ اور تنظیم انسانی زندگی کی حفاظت کیلئے بغیر نفع کے کام انجام دے رہا ہے، اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر چہ وہ اس پوزیشن میں نہیں کہ مردہ زندہ کردے مگر موت کے بعد انسانی جسموں کے خلایا کو باقی رکھنے اور اس کی حفاظت میں لگا ہوا ہے، اسی لیے اس ادارے میں کام کرنے والا اسٹاف، مردہ جسموں کو لاش کہنے کیلئے رضامند نہیں، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مریض اور بیمار لوگ ہیں، گویا موت کی وجہ ان کی زندگی کچھ وقت کیلئے رک گئی ہے (اس کے زعم باطل کے مطابق) وہ کبھی نہ کبھی زندہ کئے جائیں گے۔ حیرت انگیز بات تو یہ کہ ہر لاش کیلئے جو ان کی کمپنی میں رکھی جاتی ہے ،ایک فائل ہوتی ہے، جس میں اس کے خطوط اور رسائل کو محفوظ کیا جاتا ہے، تاکہ زندہ ہونے کے بعد اسے پڑھ سکے۔

''کریونیکس'' کی صورتیں: ''کریونیکس'' ایک سائنسی اصطلاح ہو چکی ہے، لہٰذا ہم نے بھی اس کو ویسا ہی استعمال کیا ہے کیوں کہ آکسفورڈ ڈکشنری میں، ''کریونیکس'' کی اصطلاح بیان کرنے کے بعد اس کے آگے تحریر کیا ہے کہ (Noun) یہ نام ہے۔ ''کریونیکس'' کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) پورے جسم اور بدن کو ''کریونیکس'' کیا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ صرف سر اور دماغ کو ''کریونیکس'' کیا جاتا ہے، اسلئے کہ سائنس دانوں کے بیان کے مطابق ''اصل عضو رئیسی'' سر اور دماغ ہے اگر وہ محفوظ ہو جائے، اور آئندہ اگر یہ ممکن ہو سکے کہ مردہ زندہ ہو جائے، تو بعد میں دیگر اعضاء کا بنانا آسان ہو جائے گا، گویا ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جب ناممکن یعنی موت کے بعد حیات ممکن ہو جائیگی، تو اسکے بعد جسم بنانا کوئی بڑی بات نہیں، گویا اعلیٰ پر قدرت کی صورت میں ادنیٰ پر قدرت بدرجہ اولیٰ آسان ہو جائے گی، مگر ان کے اس دعویٰ پر بھی تعجب کہ وہ ہزار کوشش اور محنت کے باوجود اب تک اصل اعضاء کی طرح اعضاء ہی نہیں بنا سکے، تو کیا وہ موت کے بعد دوبارہ حیات کے اعادہ پر قادر ہو سکیں گے؟ **الا انھم ھم السفھاء و لکنھم لا یعلمون!**

''کریونیکس'' کے مراحل:

(۱) تثبیت (Stabilization): اس عمل کو کہا جاتا ہے جس میں میت کی بوڈی کو سب سے پہلے ایسے کمرے میں رکھا جاتا ہے جس میں برف ہی برف ہوتا ہے تاکہ اس کو دوسرے آلات وغیرہ لگائے جانے سے پہلے، سڑن سے بچایا جاسکے، گویا یہ تمہیدی عمل ہوتا ہے۔

(۲) نقل (Transportazation): تثبیتی عمل کے بعد مردہ کے جسم کو ایسے کمرے میں منتقل کیا جاتا ہے جہاں جہاں اس پر ''تجمیدی عمل کا اجراء'' کیا جاسکے، اور اس کیلئے اسپتال کو حکومت کی جانب سے اجازت نامہ لینا

ضروری ہوتا ہے، امریکہ میں بہت سی اسپتالوں کے پاس یہ لائسنس یعنی اجازت نامے پائے جاتے ہیں۔

(۳) کیمیاوی مواد کا الحاق (Cryoprotectants Profuision): تجمید ی عمل کے مکمل ہونے کے بعد اس کے دماغ اور جسم کو طویل مدت تک باقی رکھنے کیلئے ایسا کیمیائی مواد اس کے بدن اور دماغ میں بھر دیا جاتا ہے، جس سے وہ کسی طرح کی خرابی سے دوچار نہ ہونے پائے اور پھر کچھ مدت اس پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے، کہ کہیں مواد کے الحاق کے بعد بھی کوئی تبدیلی تو واقع نہیں ہورہی ہے؟ تاکہ تبدیلی کی صورت میں کوئی اور کیمیائی مواد کو شامل کیا جائے۔

(۴) تمرید (Cooling): کیمیاوی مواد کے الحاق کے بعد دو ہفتے کے لیے اُسے بالکل بارد اور ٹھنڈے کمرے میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں ٹھنڈک صفر پوائنٹ ۱۹۶ ڈگری ہو یعنی 0.169۔

(۵) طویل الامد کیر (Long Termcare): اخیر میں جب ان تمام مراحل سے مردہ کے جسم کو گذار دیا جاتا ہے، تو سیال ٹمنر وجن کے کیمیائی مادہ سے بھرے ہوئے 'المونیم' میں رکھ دیا جاتا ہے جس کی ٹھنڈک اور برودت 0.196 ڈگری ہوتی ہے اور اس میں اسے دراز رکھا جاتا ہے اور پھر اس کو بھاری بھرکم مخصوص صندوق نما میں رکھ دیا جاتا ہے، وہ صندوق نما اتنا بڑا ہوتا ہے، کہ اس میں چار مردہ جسموں کو آسانی کے ساتھ رکھا جاسکتا ہے، پھر اس پر لوہے کی چادر کو تان کر اسے پیک کر دیا جاتا ہے اور اس سے یہ امید وابستہ کر دی جاتی ہے، کہ ایک نہ ایک دن جب سائنس اور ٹیکنالوجی اس حد پر پہنچ جائے گی، کہ وہ مردہ کو زندہ کر سکے تو انہیں زندہ کر دیا جائے گا، بالکل اسی طرح جیسے ''فراعنہ مصر'' کی لاشوں کو ''حنوط'' کر کے ان کے ماننے والوں نے ''میمیوں'' کی صورت میں چھوڑا ہے انہوں ان کیلئے کھانا وغیرہ رکھا تھا، تاکہ وہ زندہ ہونے کے بعد کھائیں گے، تو انہوں اپنی ''علیت پسندی'' کا مظاہرہ کرنے کیلئے ''فائلیں'' رکھیں ہیں، جس میں ان کے مراسلات اور پیغامات ہوتے ہیں، اگر غور سے مقارنہ کیا جائے تو جاہلیت کی اس قدیم تہذیبوں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام اسی نئی جاہلی تہذیب میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے، ذرا سوچئے! کیا اسی کو ترقی کہیں گے؟ یا اسے ''جاہلیت جدیدہ'' اور ''فرعونیت جدیدہ'' کا نام دیا جائے۔

میرے خیال میں اسے ترقی کے بجائے انہیں اخیری دو ناموں سے یاد کیا جانا زیادہ مناسب اور حقیقت سے قریب ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔

''کریونیکس'' پر ہونے والے مصارف: ہم آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ اس موہوم ہی نہیں ناممکن امر کے پیچھے کتنے مصارف ہوتے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ایک لاش کو ''کریونیکس'' کرنے کے پیچھے تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار امریکی ڈالر خرچ ہوتے ہیں اور اگر صرف دماغ کو ''کریونیکس'' کرنا ہو تو پچاس ہزار امریکی ڈالر۔ یہ اس شخص کیلئے جو امریکہ میں مقیم ہو اور اگر وہ امریکہ کے باہر کسی اور ملک میں ہو تو مصارف اور بڑھ جاتے ہیں اور لاش اور ہوائی جہاز سے امریکہ لانے اور اس کی اجازت وغیرہ میں مزید پچاس ہزار امریکی ڈالر ہو جاتے ہیں، یوں دو لاکھ امریکی ڈالر

ا ضرورت پڑے گی۔

اب ذرا غور کریں، یہ ''وہم کی بیع نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک غیر یقینی اور ناممکن امر کے پیچھے اتنی خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے، اگر یہی رقم غرباء و مساکین پر خرچ ہو تو انسانیت کے دعویٰ میں کچھ صداقت کی بو بھی پیدا ہو سکتی ہے، یہ تو انیت سے گری ہوئی بات ہے، ''کریونیکس'' کو صرف مغرب کے ملحدین ہی نہیں تسلیم کر رہے ہیں، بلکہ بہت سے ''روشن خیال مسلمان'' بھی اس پر اعتماد کرنے لگے ہیں، بل کہ ایک کمپنی (Cryonet) تو مسلمانوں میں ''کریونیکس'' کی معلومات عام کرنے میں سرگرم ہے، تاکہ نام نہاد، روشن خیال مسلمانوں کو بھی اپنے جال میں پھنسایا جائے، اور اس رح اپنی موہوم ''انسانیت نوازی'' کے نام کی جانے والی بیع سے منافع حاصل کیئے جائیں۔

اب اخیر میں ہم علماء اسلام کے چند ''ماہرین حیاتیات'' اور چند ''غیر مسلم سائنس دانوں'' کی رائے اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں، تاکہ اسلامی اور سائنسی نقطۂ نظر سے بھی اس کی حقیقت سامنے آجائے۔

اسلام کا کریونیکس کے بارے میں موقف: جامعہ کویت کے استاذ حدیث **الدکتور یحییٰ اسماعیل** ''کریونیکس'' کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کریونیکس'' کا یہ عمل اسلامی نقطۂ نظر سے بچند وجوہ حرام ہے:

(۱)　''کریونیکس'' قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے موقف کے بالکل برخلاف ہے یہ عمل اور فکر اس لیے ہے کہ قرآن کا اعلان ہے ''**منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اُخریٰ**'' (سورۂ طٰہٰ)۔ ہم نے ے انسانو!) تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ ہم زندہ کریں گے۔ گویا ''اعادۂ حیات'' کی ''قدرت'' اللہ کو حاصل ہے، نہ کہ انسان کو، چاہے وہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے۔

(۲)　جب شریعت مطہرہ نے کفن میں ضرورت سے زائد استعمال کرنے کو ناجائز قرار دیا اور اسے اسراف میں شمار کیا تو ''کریونیکس'' کے غیر اسلامی عمل کیلئے لاکھوں روپیوں کے بے جا اسراف کی اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے؟

(۳)　شریعت میں موت کی دو ہی صورتیں ہیں: ایک موت معنوی اور دوسرا موت حقیقی۔ موت معنوی سے مراد قوت عقل کی موت، یعنی اگر وحدانیت اور آخرت وغیرہ سمجھ میں نہ آئے، تو قرآن اسے موت معنوی سے تعبیر کرتا ہے، جیسا کہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۴۴ ر اور اور سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۹ر میں مذکور ہے۔ اور دوسری روح کا بدن سے جدا ہونا اور اسے قرآن نے موت حقیقی کہا، جیسا کہ ''**لکل نفس ذائقۃ الموت**'' وغیرہ آیات میں مذکور ہے۔

(۴)　یہ عمل انسان کی کرامت اور بزرگی کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ شریعت نے اسے وقار کے ساتھ مٹی کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے۔

۵)　اسی عمل پر اعتقاد گویا ایک مُسلّم عقیدہ سے انحراف کے مترادف ہے، گویا ''فناء'' کا انکار اور ''ابدیت'' پر ایمان لازم آتا ہے، جو سراسر غیر شرعی اور غیر عقلی نظریہ ہے۔

اسی طرح الدکتور شحات جندی اور الدکتور محمد دسوقی اسی طرح شیخ مصباح حماد ان تمام علماء عرب و مصر نے اس کی حرمت کو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہونے پر مختلف آیات اور احادیث سے ثبوت فراہم کیا ہے، اور مسلمانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ: ''اے مسلمانوں اپنی کامل و مکمل شریعت شریعت اسلامیہ پر مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ، اور آخرت کا پورا یقین رکھو جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بکثرت اس کا ذکر وارد ہے''۔

دانشوروں اور سائنس دانوں کا موقف: امریکہ کا ایک مسلمان دانشور حمزہ یوسف Islam for Today سے بات چیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بڑے افسوس کی بات ہے کہ ٹکنالوجی کے جنون نے مادہ پرستی کو اس حد تک پہنچا دیا ہے، کہ ''طول حیات'' اور ''اعادۂ حیات'' کی توقعات باندھی جارہی ہے، اور ''اعادۂ حیات'' کیلئے جسموں کو مرنے کے بعد محفوظ رکھنے کا عمل کیا جارہا ہے، جس سے غیر تو غیر بہت سے مسلمان بھی متاثر ہو کر انحراف فکری کا شکار ہورہے ہیں، ظاہر بات ہے کہ مادہ پرستی انسانوں پر ایسی مستولی ہو چکی ہے کہ وہ روحانیت سے بالکل بے بہرا ہو چکے ہیں؛ زھد فی الدنیا اور جهاد بالنفس تو گویا عنقا ہوتا نظر آرہا ہے۔

جامعہ اسکندریہ کے طبیہ فیکلٹی کے پروفیسر ڈاکٹر نبیل حمیدہ کہتے ہیں کہ: ''کریونیکس'' کا نظریہ محض ایک خیالی پلاؤ کے علاوہ کچھ بھی نہیں قلب کے عمل سے روکنے کے بعد حیات کی امیدیں کوئی معنی نہیں رکھتی، مجھے اس بات پر بڑے حیرت ہے کہ اپنے آپ کو ماہر کہنے والے کیسے اس بات کا دعوی کررہے ہیں؟ کہ اعادہ حیات ممکن ہے؟ اور کیسے وہ اس بات کا اظہار کررہے ہیں کہ موت حقیقت نہیں، مرض ہے۔ اور مرنے والا مردہ نہیں بلکہ مریض ہے؟

اسی طرح ڈاکٹر فخری صالح وزارۃ عدل مصر کے رکن اور طب کے ماہر کہتے ہیں کہ: ''کریونیکس'' دراصل قوانین الٰہیہ سے مقابلہ آرائی کے مترادف ہے اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ قوانین الٰہیہ کو توڑ سکیں، مجھے ان پر حیرت ہے کہ کیونکہ ایسے امر پر اصرار کررہے ہیں، جو نتیجہ خیز ثابت ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ ضرر انگیز ثابت ہوسکتا ہے اور اس طرح فخری صالح نے نبیل حمیدہ کی تائید کی۔

ڈاکٹر نبیل حمیدہ سے جب سوال کیا گیا کہ جب موت ایک حقیقت ہے تو پھر کیوں اہل مغرب ان ''نادان دوست'' سائنس دانوں کے جال میں پھنس رہے ہیں، تو بڑا عمدہ جواب دیا اور کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ انسان بہر حال موت کو پسند نہیں کرتا، اور یہ اس میں طبعی امر ہے، شیطان مردود نے بھی حواء اور آدم علیہما السلام کو ورغلانے میں یہی حربہ استعمال کیا تھا اور کہا تھا ''ما نها ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين'' ''تمہارے پروردگار تم دونوں کو محض اس لیے اس درخت سے باز رہنے کو کہا کہ تم فرشتے بن جاؤ گے، یا ابدیت دوام اختیار کرلو گے، اور وہ کچھ حد تک اپنے اس حربہ میں کامیاب بھی ہوگیا، بس آج کے سائنس داں بھی گویا یہی وسوسہ شیطانی کا اعادہ کررہے ہیں۔

و شهد شاهد من اهلها :امریکہ کے ہی ایک ''یورک'' یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ جیچ BBC سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''کریونیکس'' یعنی عمل تجمید سے مردہ جسموں کو باقی رکھ دینا اس امید پر کہ انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا محض ایک وہم اور خیال ہے، کوئی ایک دلیل اور قرینہ بھی ایسا نہیں جو اعادۂ حیات کے امکان پر دال ہو، اور اس محض وہمی نظریہ کو سائنس کی ترقی یا علمی پیش قدمی کہنا سراسر بے بنیاد ہے، بالفرض اگر سائنس داں اعادۂ حیات پر قادر بھی ہو جائے جو ناممکنات میں سے ہے تب بھی اس عمل تجمید سے جو شدید قسم کے نقصانات ہورہے ہیں اس کا کیا؟ اور اخیر میں اس نے اعتراف کیا کہ یہ عمل تجمید موتی محض اس فرعونی نظریہ مومیاء کی تجدید کے علاوہ کچھ نہیں، جو ہزاروں سال گذر چکے ہیں مگر آج تک ان کی اعادہ حیات والی توقعات پوری نہ ہوسکی تو ان سائنس دانوں کی توقعات کیا پوری ہوگی!

خلاصہ یہ کہ عمل تجمید اور ''کریونیکس'' محض ایک امر خیالی اور دھوکہ ہے یہ محض اس نظریۂ الحادی کو ثابت کرنے کی ناکام جسارت ہے جو قیامت اور فناء روح کی مؤید ہیں، اور نمرودیت کا دعویٰ ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ سے جب اس نے دریافت کیا، کہ رب کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا، ''**هو الذی یحی و یمیت** '' میرا پروردگار وہ ہے، جو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرتا ہے۔ تو اُس بیوقوف نے جو اِن سائنسدانوں کی طرح رہا ہوگا، کہا تھا ''**انا احی و امیت** '' کہ میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں۔

مگر اس کی یہ بات اتنی بے حقیقت اور ناقابل التفات تھی کہ قرآن نے اس کا بلفظہٖ جواب دینا بھی مناسب نہ سمجھا، اور ابراہیمؑ نے بھی اس کی حماقت کو دیکھ کر بات پلٹ دی، کہ بے قوف تو موت اور حیات کے معنیٰ حقیقی بھی نہیں سمجھتا، ایک ہے مارنا ایک ہے پیدا کرنا، ایک ہے زندگی دینا، اور ایک ہے موت سے دوچار کرنا؛ یہ سب اپنی حقیقت کے اعتبار سے بالکل جداگانہ اور علیحدہ ہے۔ بس اسی طرح ہم مسلمانوں کی بھی اُن کی اِن باتوں کی طرف نہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اُسے تسلیم کرنے کی، کیوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ''**هو الذی یحی و یمیت** '' اللہ ہی وہ ذات ہے جو زندگی اور موت دونوں کے لینے اور دینے کا مالک ہے۔ لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی کیلئے بھی چاہے کتنی ہی کوششیں اور عقلی گھوڑے کیوں نہ دوڑاوے اور کتنے ہی تجربات کیوں نہ کرلے، یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا، کہ وہ مردہ کو زندہ کرسکے، اور نہ ہی زندہ کو اپنے کلی اختیار سے موت دے سکے۔ مسلمان کسی بھی صورت میں نہ اس کو تسلیم کرسکتا ہے اور نہ اپنے مردوں کو ''کریونیکس'' کراسکتا ہے، بلکہ اُسے ایمان رکھنا ہوگا کہ موت حق ہے، آخرت حق ہے، فناءِ عالم حق ہے، جنت و جہنم حق ہے، جزاء وسزا حق ہے، مرنے کے بعد عالم برزخ کی حیات حق ہے۔

اللہ ہم سب کو تمام فتنوں سے محفوظ فرما کر ہمارے لیے خیر کا فیصلہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

قسط (۲)

مرتب: مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۵۳ء

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری میں معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گرد و پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپ کی اولین ڈائری ۱۲ برس کی عمر میں ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔............ (مرتب)

امام ابوحنیفہ کا اپنے تلامذہ کو زرین نصائح

عہدہ قاضی اور جج کی ذمہ داری اور سنہری ہدایات: اور تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہونے پر اگر مجبور ہی ہونا پڑے تو میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کمزوریاں جو خلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں، جان بوجھ کر (اپنے فیصلوں میں) جو ان کا ارتکاب کرے گا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے آدمی کا فیصلہ جائز نہ ہوگا۔ اور نہ قضا کی ملازمت اس کی حلال ہوگی۔ جو تنخواہ اس کو ملے وہ اس کی پاک آمدنی نہ ہوگی۔ قضا کا عہدہ اس وقت تک صحیح اور درست رہتا ہے جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے۔ بہرحال ضرورت کو دیکھ کر اس عہدے کی ذمہ داریوں کو تم میں سے جو قبول کرے میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ خدا کی تمام مخلوق اور اپنے درمیان روک ٹوک کی چیزوں مثلاً دربان حاجب وغیرہ کو حائل نہ ہونے دے گا۔ چاہئے کہ جماعت کے ساتھ وہ شہر کی جامع مسجد میں پانچوں وقت نماز ادا کیا کرے اور نماز کے اوقات میں سے ہر وقت میں اسکا اعلان کرائے کہ کسی قسم کی کوئی ضرورت یا حاجت

کوئی پیش کرتا ہو تو پیش کرے۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد خصوصیت کیساتھ تین چار بار بآواز بلند اس اعلان کا اعادہ کرے۔اس کام سے فارغ ہونے کے بعد گھر جائے اور چاہئے کہ بیماری کی وجہ سے جتنے دن تک قضاء کے کام سے قاضی معذور رہا ہو۔تو حساب کر کے اتنے دن کی تنخواہ کٹوا دیا کرے۔

جج کا سوموٹو ایکشن: پھر اس تقریر کا آخری فقرہ یہ تھا جو اعادہ ہو چلا ہے۔امام یعنی مسلمانوں کا بادشاہ یا امیر اگر مخلوق خدا کے ساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے۔(حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: مولانا مناظر احسن گیلانی۔ بحوالہ موفق جلد ۲ صفحہ ۱۰۰) ڈائری: ۷۔تا ۱۲ جون ۱۹۵۳ء

فلاسفہ کے نزدیک علم اعلیٰ: فلاسفہ کے نزدیک علم اعلیٰ ایسے علم کو کہا جاتا ہے کہ جس کا تعلق ماوراء طبیعت امور سے ہو۔جیسے حدوث عالم' ذات باری کی تشبیہ وغیرہ جیسے مسائل جو حواس و مشاہدے سے معلوم نہیں ہو سکتے (العلم والعلماء لابن عبدالبرؒ۔ص ۵۲) ڈائری: ۱۵۔جون ۱۹۵۳ء

ابن سینا کا کتب خانہ: ابن سینا کو سلطان بخارا نے اپنے پاس بلا بھیجا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میری کتابوں کی بار برداری کیلئے چار سو اونٹ درکار ہیں۔ (ایضاً ص ۲۲) ڈائری: ۱۶۔جون ۱۹۵۳ء

کتب خانوں میں نقل و ترجمہ کا انتظام:

ایک دور تھا جب ہر کتب خانہ میں نقل و ترجمہ کا نظام تھا' چنانچہ ایک نسطوری طبیب حنین نے اس قسم کا دفتر بغداد میں ۸۵۰ء میں قائم کر رکھا تھا اور ارسطو' سقراط' جالینوس جیسے مشاہیر وغیرہ یونان کی کتابوں کے تراجم شائع کرتا تھا۔ حضورﷺ کی رحلت کی ایک صدی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ مشاہیر حکماء یونان کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہو گیا۔

(معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۲۰۔۲۲) ڈائری: ۱۶ر جون ۵۳ء

فلسطین کے بارے میں برطانیہ کا شرمناک کردار: برطانیہ نے بہیمانہ تشدد کا طریقہ اختیار کیا وہ اپنے طاغوتی طاقت اور مادی قوت کے نشے میں چور تھی اس کو اپنے ہلاکت آفرین اسلحہ اور آلات حرب پر اعتماد تھا۔اس نے سمجھا کہ میں توپوں' ہوائی جہازوں' بموں' ڈائنامیٹ کے بل بوتے پر عرب کو یہودیوں کا غلام بنا دوں گا اور ہمیشہ یہود کی غلامی میں رکھ سکوں گا۔اسلئے اس نے ایک ایسے مدہوش اور بدمست شرابی کی طرح جس کو بالکل ہوش اور تمیز نہ ہو بے تحاشہ ایک مظلوم اور شریف قوم پر ہر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں کے پہاڑ گرانے شروع کر دیئے۔اور ایک نہتی اور خوددار اور حساس قوم کو سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیا۔۔۔۔منصوبہ یہ ہے کہ سرمایہ دار یہود اصلی باشندوں کا خون چوس لیں گے اور ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیں گے۔(از خطبہ صدارت آل انڈیا فلسطین کانفرنس دہلی۔مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صدر مجلس استقبالیہ) ڈائری: ۲۵۔۲۶ جون ۱۹۵۳ء

امام یزید بن حبیب تابعیؒ اور سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق: ایک دفعہ امام موصوف علیل تھے ابن سہیل

والیٔ مصران کی عیادت کرنے آئے اثنائے کلام میں والی نے پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام نے غصے سے منہ پھیرلیا اور جواب نہیں دیا۔ جب امیر وہاں سے روانہ ہوئے تو امام صاحب نے اسے نظر بھر کر دیکھا اور کہا کہ تو روزانہ خدا کے بندوں کا خون بے دریغ بہاتا ہے اور مجھ سے مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے۔ (ابن خلکان جلد۱ صفحہ۲۱۳) ڈائری : ۳ر جولائی ۱۹۵۳ء

علماء کی خود کفالت ضروری: یہ بات ضروری ہے کہ علماء کو احتیاج اور افلاس سے نکالا جائے۔ اور انہیں اس قابل بنادیا جائے کہ وہ اپنی روزی اپنے قوت بازو سے حاصل کرسکیں۔ تاکہ ان میں فارغ البالی، خودداری، آزادی رائے پیدا ہو۔ اور چہ خورد بام داد فرزندم سے فی الجملہ آزاد ہوجائیں۔ (خطبہ صدارت اجلاس آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس علی گڑھ۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ) ڈائری: ۴ر جولائی ۱۹۵۳ء

قرآن کریم کی معجزنمائی اور غیروں کا اعتراف: سرولیم میور لائف آف محمد میں لکھتا ہے کہ ''جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس قرآن مجید کی طرح بارہا صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو'' ___ ڈاکٹر مارلیس کہتا ہے کہ ''قرآن نے دنیا میں وہ اثر ڈالا جس سے (زیادہ) بہتر ممکن نہ تھا'' جارج سیل کہتا ہے کہ ''قرآن جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا ہے۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے سے بلند تر ہے۔'' ___ ڈاکٹر موریس فرانسیسی مصنف لکھتا ہے: ''جہاں تک ہماری معلومات ہیں قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے جو کتابیں دیں ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔'' ___ ڈاکٹر اسٹیسن گاس اپنی ڈکشنری میں لکھتا ہے'' کہ قرآن کی ہمہ گیر صداقت میں خاص خوبی مضمر ہے'' ___ ڈاکٹر کینن آئزک ٹیلر اکلیسائی ۱۸۷۷ء میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تہذیب وتمدن کا علمبردار ہے۔ ___ محمد کی تعلیم وارشاد (قرآن) کی قدر و قیمت وعظمت وفضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل و دانش سے بیگانہ ہیں۔ (منقول از خطبہ صدارت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ۔ اجلاس پنجاہ سالہ۔ آل انڈیا ایجوکیشنل علیگڑھ، ص۱۲۔۱۳) ڈائری: ۶ر جولائی تا ۸ جولائی ۱۹۵۳ء

بے ترتیب بکھری لمبی چوڑی داڑھی والے شخص کو فاروق اعظمؓ کی ڈانٹ: حضرت عمرؓ کے سامنے ایک بڑی لمبی چوڑی بکھری داڑھی والے آئے تو آپؓ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ میرے سامنے ایسی شکل میں آتے ہیں گویا کہ وہ درندوں میں سے کوئی درندہ ہو، پھر آپ نے قینچی منگوا کر اسکے بال وغیرہ درست کیے (عینی شرح بخاری۔) ڈائری: ۹ر جولائی ۵۳ء

مولانا ابوالکلام آزادؒ: لڑکپن میں مولانا آزادؒ کے بارے میں مولانا سمیع الحق کے تاثرات واحساسات ڈائری کے اوراق میں جگہ بہ جگہ بکھرے ہیں جس سے مولانا آزادؒ کے ساتھ ان کی والہانہ شیفتگی معلوم ہوتی ہے اس کے کچھ نمونے یہ ہیں: مولانا کا مختصر سوانحی خاکہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولانا کا نام محی الدین احمد ہے۔ والد نے

نام فیروز بخت رکھا تھا۔ اور ابوالکلام کنیت ہے۔ ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپکا آبائی وطن دہلی ہے۔ کلام پاک کا ترجمہ بیان القرآن اس خوبی سے کیا کہ مسلمانوں میں فکر و عمل کی روح پیدا کر دی۔ ۱۹۱۲ء میں اخبار ''الہلال'' کے نام سے شائع کیا۔ آجکل سیاسی طور پر کانگرس پارٹی دہلی سے وابستگی ہے اور وزیر تعلیم ہیں۔ ڈائری: ۲۷ ربون ۱۹۵۳ء

تمنا اور جستجو کے بعد الہلال کا مطالعہ اور احساسات: کئی عرصے کے دیرینہ تمناؤں اور آرزوؤں اور پیہم جستجو و تلاش کے بعد حضرت امام الہند آزاد کے الہلال کے چند پرچے عاریتاً دیکھنے کے لئے مل گئے ہیں۔ فالحمدللہ ثم الحمد للہ. رات کو دیر تک الہلال کے پرچے دیکھتا رہا یہ پرچے ۱۹۱۳ء کے پہلے ششماہی کے ہیں۔ جس میں اکثر مضامین مولانا مدظلہ کے قلم کے شہ پارے اور جنگ بلقان وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہیں۔ سعادتمند ہیں وہ روحیں جنہوں نے لاکھوں پژمردہ و نیم بسمل روحوں اور دلوں کو جذبۂ اسلام و جہاد و حریت سے سرشار کر دیا اور ان میں خدمت دین اور استقلال و استقامت کی روح پھونک دی۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ہمارے لیے تو انہی چیزوں میں درس عبرت ہے کاش سمجھنے والے سمجھ جائیں۔

و اذا لم تر الهلال فسلّم — لاناس راوہ بالابصار (ڈائری ۱۵۔۱۶ فروری ۱۹۵۶ء)

مولانا آزادؒ کی ناسازی طبیعت: بھارتی ریڈیو سے اطلاع ملی کہ مولانا آزادؒ پر فالج کا حملہ ہوا بڑے بڑے ڈاکٹروں نے معائنہ کیا اور اس موقع پر زعماء ہند و جمعیت علمائے ہند نے اُن کی عیادت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل حضرت مولانا کو تادیر صحیح و سالم رکھے۔ ڈائری ۱۹ فروری ۱۹۵۸ء

مولانا آزادؒ کی تشویشناک حالت: اخبارات کی اطلاع ہے کہ سیدنا امام الہند مولانا آزاد دامت برکاتہم کی حالت تشویشناک ہوگئی ہے فالج کا حملہ شدید تر ہوگیا' دل ڈوب رہا ہے اور بصارت جواب دے گئی بھارتی عوام اور مسلمانوں میں غم و اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اے اللہ امام الہند کو صحت کاملہ دے۔ طلوع آزادی ہند کے اس تابناک ستارے کو تادیر درخشندہ رکھ۔ اے اللہ اس جلیل القدر امام کو تادیر مسلمانوں کی سرپرستی کیلئے زندگی عطا فرما۔ اس اطلاع سے طبیعت کو سخت دھچکا لگا۔ دل بیٹھ رہا ہے سارا دن پریشانی میں گزرا۔ نماز جمعہ کے بعد والد ماجد نے تمام مسلمانوں سے موصوف کی صحت کیلئے دعا کرائی۔ ڈائری ۲۱ فروری ۱۹۵۸ء

مولانا آزادؒ کی وفات پر دلی تاثرات اور حقانیہ میں تعزیتی جلسہ:

موت الامام الجلیلؒ: بار الٰہ کس طرح کہا جائے کہ طلوع صبح سے قبل آسمان ہند کے تابناک تارے، ملت مرحومہ کو جھنجوڑنے والے، کعبہ علم و مرکز ارادت، رمز آیات سیاست، بانی توقیع ملت. آغاز ملت اور انجام قوم، مدبر اعظم، مفسر جلیل، عجوبہ روزگار، معجزہ اسلام، محدث علامہ، فلیسوف اسلام، نقیب حریت، ادیب سحر طراز، صاحب کمالات و معجزہ و

نادرہ، فخرِ اسلام، سربلندی علماء، امامنا وسیدنا الامام الجلیل والمجاہد النبیل امام الحریت والبطل العظیم امام الہند مولانا ابی الکلام محی الدین احمد آزاد ملت مسلمہ ہندیہ کو یتیم اور ملت اسلامیہ کو حیران و پریشان چھوڑ کر الہ العالمین کے آغوشِ رحمت میں چلے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔حضرت شیخ مدنیؒ کے بعد مسلمانوں کا آخری سہارا بھی ٹوٹ پڑا۔ ہائے اللہ ہائے اللہ امت ہندیہ کے عظیم محسن کو بہترین مقامات عطا کردے۔

ے وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود ہوتی ہے بندہ مومن کی اذان سے پیدا

دل جذبات سے لبریز اور فکر و دماغ پراگندہ و پریشان شاید ان کے بعد اس گندی اور نااہل دنیا میں ان جیسا پیدا ہو جائے۔ ملت کا آسرا جاتا رہا۔ اللھم ارض عنہ وارحم علینا۔ امام جلیل کے وصال پر دارالعلوم میں قرآن خوانی ہوئی۔ تعزیتی اجلاس میں والد ماجد نے رقت انگیز انداز میں ایک گھنٹہ تک امام الہند کے وصال کے بعد پیدا ہونے والا خطرات وفتن کی نشاندہی کی آپ نے امام الہند کو فخر اسلام، فخر علماء اور مذاہب باطلہ کا مجسم رد و جواب اور اس دور کا واحد علامہ جلیل اور سیاسیات شیطانیہ عصر کا بخیے ادھیڑنے والا اور اس دور میں امام رازی کا مثیل قرار دیا اور ان کا وصال قرب قیامت کی علامت بتایا۔

ے ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس نااہل بدقسمت نے زندگی کے داؤ پیچ اور پر خار وادی کی رہنمائی کیلئے حضرت شیخ مدنیؒ اور امام الہندؒ کو منتخب کیا تھا۔

ے مرا دو خضر عناں گیرالند از چپ و راست
تاکہ کجروی نہ کنم عزم راہ خطا است

لیکن کاش تهی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

آج سے اس کتاب الاحزان میں حضرت شیخ مدنیؒ کی ماتم سرائی کیساتھ امام الہندؒ کی مرثیہ گوئی بھی شامل ہو گئی فان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ ڈائری ۲۰۔۲۱ فروری ۱۹۵۸ء

تدفین آزادؒ : امام الہندؒ ۲۲ فروری سوا تین بجے کے قریب جامع مسجد اور لال قلعہ کے درمیان پریڈ گراؤنڈ میں سپرد خاک کردیے گئے۔ تاریخ آزادی کا عظیم باب بند اور علم و حکمت اور معارف کا تابناک درخشندہ آفتاب زیر خاک ہوا۔ اخباری اطلاع کے مطابق ۲۶ رلاکھ افراد' اعیان حکومت' ارباب اقتدار، علماء و مشائخ عظام' شعراء اور ہر مذہب کے لوگوں نے شرکت کی۔ جنازہ مولانا احمد سعید نے پڑھایا۔ الجمعیۃ کے صفحات آج تک اس فرزند جلیل کے غم میں سیاہ اور ماتم کناں ہیں۔ ڈائری ۲۷ فروری ۱۹۵۸ء

مرثیہ مولانا آزادؒ:

اب ذکر نہ چھیڑو مستی کا اب نام نہ لو پیمانے کا ساقی نہ رہا تو بادہ کشو سب لطف گیا پیمانے کا
یہ کس نے بڑھادی ظلمت غم یہ کس نے بجھادی شمع طرب ہر گوشہء بزم عشرت پر ہوتا ہے گمان ویرانے کا
جب وقت نازک لوٹ آیا جب نبض حوادث تیز ہوئی اے خضر وطن اے جان وطن یہ وقت نہ تھا مرجانے کا
باوصف جنوں جو درس خرد دیتا رہا دانشمندوں کو تھا نام وفا کے ہونٹوں پر آزاد اسی دیوانے کا
ہر لفظ میں جن کے روح شفا ملتی تھی الم کے ماروں کو عنوان بنی ہے موت انور افسوس اب اس افسانے کا

یثیہ حضرت امام الہندؒ کے مزار پر پڑھا گیا۔ (علامہ انور صابری الجمیت ۲۷ فروری ۱۹۵۸ء) ڈائری ۲۸ فروری

اقتباسات تقریری وتحریری مولانا آزادؒ:

جزیرۃ العرب سے انگریز کے خروج تک صلح ناممکن:

ہم غاروں میں چرندوں، سمندروں میں مگرمچھوں اور بھٹوں میں سانپوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن جب تک جزیرۃ العرب کے کسی چپہ زمین پر بھی برطانیہ کا اقتدار باقی ہے۔ ہم انگریزوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھانے کیلئے تیار نہیں۔(امام الہند، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ ۲۱ نومبر ۱۹۲۱ء بمقام لاہور) ڈائری ۱۷ جولائی ۱۹۵۳ء

آزادی پر کوئی سودا نہیں: اسلام کسی حالت میں بھی جائز نہیں رکھتا کہ مسلمان آزادی کھوکر زندگی بسر کر سکے انہیں مرجانا چاہیے یا آزاد رہنا چاہیے تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں۔(مولانا آزادؒ دسمبر ۱۹۲۲ء) ڈائری: ۲۳ رجولائی ۵۳ء

اسلام اور بزدلی متضاد: اسلام اور بزدلی دو متضاد چیزیں ہیں جو یکجا نہیں ہو سکتیں، یہ ہو نہیں سکتا کہ مسلمان بھی ہو اور بزدل بھی۔

میدان جنگ اور عدالتی ناانصافیاں: تاریخ عالم کی سب سے بڑی ناانصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں میں ہوئی ہیں۔(ڈائری: ۲۴ رجولائی ۵۳ء)

مولانا آزادؒ کی مؤمنانہ للکار: عزیزان ملت! آج میں پھر اس جلسہ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے سپاہیوں کو برگشتہ کیا ہے میں نے انگریزی فوج کو برگشتہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے سینکڑوں سپاہیوں سے یہ کہا ہے کہ انگریزی فوج میں رہنا 'نوکری کرنا' بھرتی کرانا حرام ہے۔ آج بھی میری یہ کوشش ہوگی کہ میں ایک ایک سپاہی کے کان تک (یہ بات) پہنچاؤں کہ ایک مسلمان کورٹ مارشل کی گولی کھانا پسند کرے لیکن ایک منٹ کیلئے گوارا نہ کرے کہ یونین جیک کے آگے گردن جھکائے۔(خطبہ صدارت تقریر مولانا آزاد۔ جلسہ جمعیۃ العلماء) ڈائری: ۵ رجولائی ۱۹۵۳ء

بحث ونظر :　　مفتی مختار اللہ حقانی

(آخری قسط)

دور جدید میں اسلامی ٹی وی چینل کے اجراء کا شرعی جائزہ

اس وقت برصغیر کے اہم دینی اداروں ومجلات ورسائل اور اہم دارالافتاؤں میں یہ موضوع زیر بحث ہے تنقیح اور بحث وتمحیص سے ہر ہر پہلو سامنے آنا چاہیے اس لئے الحق کے صفحات پر دونوں رخ رکھے جارہے ہیں۔ بحث ونظر کا یہ باب تمام قارئین کے لئے کھلا ہے۔　(ادارہ)

احناف کا مذہب: تصاویر مجسم ہو یا غیر مجسم ان کے بارے میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ تصاویر کے تمام اقسام حرام ہیں البتہ جو تصاویر موضع اہانت میں ہوں تو وہ اس حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے احناف کے ہاں تکیہ‘ فرش اور چارپائی کے چادر پر تصاویر بنانا جائز ہیں۔ جیسا کہ امام محمدؒ نے فرمایا **بھذا ناخذ ماکان فیه من تصاویر من بساط یبسط اوفراش یفرش او وسادة فلاباس بذلک انما یکره من ذلک فی الستر وما ینصب نصباً وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقها ئنا** (مؤطاامام محمد ۳۸۰)

اور اسی کو ہم لیتے ہیں یعنی جو تصاویر اسی چادر پر ہوں جو بچھائی جاتی ہو یا کسی فرش پر ہو یا تکیہ پر تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ پردہ پر یا اسی چیز پر جس کو کھڑا کیا جاتا ہو مکروہ ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور عام فقہاء کرام کا قول ہے۔

دیگر ائمہ کرام کی رائے گرامی: علماء احناف کی طرح دوسرے تابعین اور ائمہ مجتہدین کی بھی یہی رائے ہے

وبھذا قال سعد بن ابی وقاص و سالم وعروہ و ابن سیرین وعطاء وعکرمة وھذا اوسط المذاھب وبه قال مالک والثوری وابو حنیفة والشافعی (عمدۃ القاری ۲۲/۱۱۶)

اور یہی رائے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ حضرت سالمؒ حضرت عروہؓ ‘محمد ابن سیرینؒ عطاء ابن ابی رباحؒ اور حضرت عکرمہؒ کی بھی ہے۔ اور یہ اوسط مذہب ہے اور اسی پر امام مالکؒ سفیان ثوریؒ ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے بھی قول کیا ہے۔

ناقص تصویر کا حکم: اور جو تصویر مکمل نہ ہو‘ اگر اس تصویر کا سر کٹا ہوا ہو تو اسی قسم کی تصویر بالاتفاق جائز ہے اور اگر کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس پر زندگی کا مدار ہے مثلاً سینہ‘ پیٹ‘ بدن کا نصف اسفل حصہ تو اس قسم کے تصویر میں اہل علم کا اختلاف

مفتی واستاذ شعبہ تخصص فی الفقہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ہے مالکیہ اور حنابلہ اس قسم کے تصویر کو جائز سمجھتے ہیں علماء احناف میں علامہ شامیؒ اور علامہ حصکفیؒ بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ اور شوافع کے ہاں راجح قول حرمت کا ہے البتہ مرجوح قول جواز کا بھی ہے۔

کما قال ابن قدامة: وان قطع منه مالایبقی الحیوان بعد ذهابه کصدره و بطنه اوجعل له رأس منفصل عن بدنه لم یدخل تحت النهی لأن الصورة لاتبقی بعد ذهابه لقطع الراس (المغنی لابن قدامه ۷/۷) اگر تصویر سے ایسا عضو کاٹ دیا جائے جس کے کٹنے سے حیات باقی نہ رہتی ہو جیسے سینہ، پیٹ یا سر جو بدن سے جدا کیا جائے تو اس قسم کی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اسلئے کہ سر کٹنے کے بعد وہ صورت باقی ہی نہیں۔

قال ابن حجرؒ لوقطعت من ذی الروح لما عاش دل ذلک علی اباحته (فتح الباری ۱۰/۳۹۵) اگر ذی روح سے کوئی ایسا عضو کٹ جائے کسی وجہ سے وہ زندہ ہو تو یہ اس تصویر کی اباحت پر دلیل ہے۔

وقال العلامه الحصکفی او مقطوعة الرأس او الوجه او ممحوة عضو لاتعیش بدونه او لغیر ذی روح لایکره لأنها لاتعبد(الدار لمختار عنی صدر ردالمختار ۱/۶۴۸)

یا اس کا سر کٹا ہوا ہو یا چہرا یا اس کا ایسا عضو ختم کیا جا چکا ہو جس کے بغیر وہ زندہ نہ رہ سکتا ہو یا غیر ذی روح کی تصویر ہو تو اس قسم کی تصاویر مکروہ نہیں، اس لئے کہ ان کی عبادت نہیں کی جاتی۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ جس تصویر کا سایہ نہ ہو تو مالکیہ حنابلہ، امام قاسم بن محمدؒ امام ابراہیم نخعی اور بعض عرب علماء کے ہاں اس قسم کی تصاویر جائز ہیں اور جن تصاویر کی تعظیم نہ کی جاتی ہو ان کو دیوار وغیرہ قابل احترام جگہ پر برائے تعظیم نہ لٹکائی جاتی ہوں تو اس قسم کی یہ تصاویر احناف، شوافع، حضرت امام سالم، حضرت عروہ، محمد بن سرین، عکرمہ اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ کے ہاں بھی جائز ہے۔

کیمرہ سے لی گئی تصویر کا حکم: یہاں تک یہ بات معلوم ہوئی کہ تصویر چاہیے مجسم ہو یا غیر مجسم جمہور اہل علم کے ہاں حرام ہے۔ بشرطیکہ اس میں تعظیم یا تشبہ بالکفار کی علت پائی جاتی ہو تو کیا یہ حکم کیمرہ سے لی گئی تصویر کا بھی ہے تو کیمرہ ایک جدید آلہ ہے اس سے لی گئی تصویر بھی جمہور علماء امت کے ہاں تصویر ہی ہے، ان کے ہاں ہاتھ اور مشین سے بنائی گئی تصویر میں کوئی فرق نہیں اس لئے دونوں ناجائز ہیں۔ البتہ مصر کے مفتی علامہ محمد بخیتؒ جو عرصہ دراز تک مصر کے مفتی رہے ہیں۔ ایک بڑے متقی عالم دین تھے، انہوں نے کیمرے سے لی گئی تصویر کو جائز قرار دیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ کیمرے سے لی جانے والی تصویر اس لئے جائز ہے کہ حدیث میں جس تصویر کی ممانعت کی گئی ہے اس کی علت مشابہت بخلق اللہ ہے اور اللہ کی تخلیق سے مشابہت اسی وقت ہو سکتی تھی جب کوئی شخص اپنے تصور اور تخلیل اور اپنے ذہن سے ہاتھ کے ذریعے کوئی صورت بنائے جبکہ کیمرہ کی تصویر میں تخلیل کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ کیمرے کی تصویر میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق جو پہلے سے موجود ہے اس مخلوق کا عکس لے کر محفوظ کر لیا جاتا ہے تو یہ اللہ

تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت نہیں اس لئے کیمرہ سے لی گئی تصویر جائز ہے۔ مصر اور بلاد عرب کے بہت سارے علماء نے شیخ محمد بخیت کے اس فتویٰ کی تائید کی ہے۔ (ماخوذ از تقریر ترمذی ۲/۳۴۹)

اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے مفتی مصر شیخ محمد بخیت کا نقطہ نظر کیمرہ سے بنی ہوئی تصویر کے بارے میں بیان کیا ہے:

اس سلسلے میں سب سے زیادہ واضح بات مفتی مصر شیخ محمد نجیت مرحوم کا فتویٰ ہے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ فوٹو گرافی کے ذریعہ لی ہوئی تصویر جو عکس کو مخصوص ذرائع سے روک لینے سے عبارت ہے اس تصویر کی تعریف میں نہیں آتی، جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ کیونکہ جس قسم کی تصویر سازی سے منع کیا گیا ہے اس کا اطلاق تصویر ایجاد کرنے اور بنانے پر ہوتا ہے جو پہلے سے موجود یا بنائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ذریعہ اللہ کی پیدا کردہ کسی جاندار چیز کی مشابہت کی جائے لیکن کیمرہ کے ذریعہ لئے ہوئے فوٹو کی حقیقت یہ نہیں ہے (بحوالہ حلال وحرام اردو ص ۱۵۶)

اس بارے میں شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں اگر چہ یہ رائے جمہور اہل علم کے ہاں درست نہیں مگر مجتہد فیہ ضرور بنا (تقریر ترمذی ۲/۳۴۹)

تو دوسری رائے کے قائل علماء کرام فرماتے ہیں کہ اولاً تو ٹی وی کمپیوٹر وغیرہ کے اسکرین پر آنے والی صورت نہ تصویر ہے اور نہ تصویر کے مشابہ لیکن اگر اس کو تصویر مان بھی لیا جائے تو غیر سایہ دار تصویر کا مسئلہ مختلف فیہا ہے اور اختلافی مسائل میں ضرورت کے تحت جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اور اس دور میں الیکٹرانک میڈیا کا استعمال ایک ضرورت شدیدہ کی صورت اختیار کر چکا ہے جو کسی پر مخفی نہیں۔

<u>حرمت تصویر کی علت:</u> اب سوال یہ ہے کہ اسلام نے تصویر کو کیوں حرام قرار دیا ہے حالانکہ گزشتہ ادیان میں تصاویر و تماثیل کا رواج تھا خود قرآن پاک نے حضرت سلیمانؑ کے بارے میں فرمایا **یعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب** (سورة سبا ۱۳) وہ جنات ان کیلئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور دیگیں (ایسے بڑے) جیسے حوض۔

تو اس حرمت کی اسلام نے کیا علت بیان کی ہے۔ اس بارے میں چار وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔

الوجه الاول أن العلة هی مافی التصویر من مضاهاة خلق الله تعالیٰ الوجه الثانی کون التصویر وسیلة إلی الغلو فی غیر الله بتعظیمه الوجه الثالث أن العلة مجرد التشبه بفعل المشرکین الذین کانوا ینحتون الاصنام بدونها الوجه الرابع ان وجود الصورة فی مکان یمنع دخول الملائکة (الموسوعة الفقهية ۱۲/۱۰۴ تا ۱۰۷)

پہلی وجہ کہ بیشک تصویر کی حرمت کی علت یہ ہے کہ اس میں مضاہات خلق اللہ لازم آتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ تصویر تعظیم غیر اللہ میں غلو کی طرف ایک وسیلہ ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ مشرکین جو بتوں کو تراشتے تھے اور بعد ازاں ان کی عبادت

کرتے تھے کے ساتھ مشابہت حرمت کی علت ہے' چوتھی وجہ یہ ہے کہ چونکہ جب کسی مکان میں تصویر ہوتا تو وہاں فرشتے نہیں آتے (تو یہ تصویر کی حرمت کی علت ہے)

علتوں کی وضاحت: مگر ان چار علتوں میں سے پہلی علت دو وجوہات کی بناء پر مخدوش ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر مضاہات خلق اللہ کو تصویر کی حرمت کی علت مان لیا جائے تو پھر سورج' چاند اور دیگر غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر بھی حرام ہو جانی چاہیے اس لئے کہ اس میں بھی تخلیق خداوند کا مضاہات لازم آتا ہے حالانکہ غیر ذی روح اشیاء کی تصاویر بالاتفاق جائز ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ پھر اس علت کی بناء پر بچیوں کے کھیلنے کی گڑیاں بھی اس منع میں داخل ہو جائے گی۔ حالانکہ لعب البنات (گڑیوں) کی اجازت آنحضرت ﷺ سے خود مروی ہے۔

اور اسی طرح چوتھی وجہ کہ تصویر کی حرمت کی علت ملائکۃ کا تصویر والے گھر میں داخل نہ ہونے کو علت مان لیا جائے یہ بھی مخدوش ہے اس لئے کہ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ علت نہیں بلکہ یہ اثر مرتب ہے اس لئے کہ بعض روایات میں جنابت کی وجہ سے بھی گھر میں ملائکۃ کے نہ آنے کی وضاحت موجود ہے' حالانکہ جنابت کسی کے ہاں حرام نہیں اور نہ جنابت منع ہے' اسلئے یہ وجہ بھی علت للحکم بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ البتہ دوسری اور تیسری وجوہات علت للحکم بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور انہی دونوں وجوہات کو احناف کثر اللہ سوادھم نے علت قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں۔ **اقول الذی یظهر من کلامهم أن العلة أما التعظیم أو التشبه کما قدمنا** (ردالمحتار ۱/۶۴۹) میں کہتا ہوں کہ جو کچھ فقہاء کرام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے بیشک (تصویر کی حرمت) کی علت (تصاویر کی) تعظیم اور (کفار) کے ساتھ مشابہت ہے۔

وقال ایضاً وقد ظهر من هذا أن علة الکراهة فی المسائل کلها اما تعظیم او التشبه (ردالمحتار ۱/۶۴۹) اور بے شک اس سے معلوم ہو کہ ان تمام مسائل میں کراہت کی علت تعظیم یا مشابہت ہے۔

چنانچہ اسی علت پر جزئیہ متفرع کرتے ہوئے علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں:

ولعم یرد علی هذا ما اذا کانت علی بساط فی موضع السجود فقد مرانه یکره مع أنها لاتمنع دخول الملائکة ولیس فیها تشبه لأن عبدة الاصنام لایسجدون علیها بل ینصبونها ویتوجهو ألیها (ردالمحتار ۱/۶۴۹)

ہاں اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا کہ جس چٹائی پر تصاویر سجدہ کی جگہ پر ہو تو یہ گزر چکا ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اس کے باوجود اس قسم کی تصاویر دخول ملائکۃ سے مانع نہیں' اور اس میں تشبہ بالکفار بھی نہیں اس لئے کہ بتوں کی عبادت کرنے والے بتوں کے اوپر سجدہ نہیں کرتے بلکہ بتوں کو کھڑا کر کے ان کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں۔

ٹی وی ایک آلہ ہے: یاد رہے کہ ٹی وی ایک جدید آلہ ہے اس میں نہ بذات خود کوئی حسن ہے اور نہ

بذات خود کوئی قباحت ہے' بلکہ اس کا استعمال اس کو اچھا یا قبیح بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے اہل علم اور ارباب افتاء نے اس کی ذات پر کوئی حکم نہیں لگایا بطور مثال چند اہل علم کی آراء وفتاویٰ ذکر کیے جاتے ہیں۔

مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کا موقف

ماہنامہ البلاغ کراچی ستمبر ۲۰۰۸ء اور ماہنامہ الحق دسمبر ۲۰۰۸ء میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ کے مضمون میں حضرت مفتی صاحبؒ کے فتویٰ کا خلاصہ شائع ہوا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ٹی وی اور وی سی آر ان آلات میں سے نہیں ہیں صرف لہو ولعب یا گانے بجانے اور کسی گناہ کیلئے بنائے گئے ہیں بلکہ ریڈیو' ٹیلی فون' تار کی طرح آواز اور شکلوں کو دور تک پہنچانے کیلئے ہیں' خواہ ان سے اچھے کاموں میں یہ کام لیا جائے یا برے کاموں میں جائز ہیں یا ناجائز ہیں۔ان کا حکم آلات لہو ولعب اور گانے کے آلات کا نہیں ہوسکتا کہ جس پر نیک کاموں کی بے حرمتی بنتی ہو' ان میں ہر مباح کام بھی جائز اور نیک کام بھی جائز ہے' قاعدہ فقیہہ یہ ہے کہ جس کے استعمالات بعض حلال' بعض حرام ہوں یا کچھ حلال اور بہت کچھ حرام بھی ہوں تو حلال صورت کی وجہ سے ان کا رکھنا' مرمت کرنا' خرید کرنا' فروخت کرنا سب جائز ہے' اسی قاعدہ سے خشخاش کی کاشت' افیون کی بناوٹ ان کا خریدنا' فروخت کرنا اور بلانشہ دوائی میں استعمال سب جائز ہوگا' لیکن نشے کی چیز کا استعمال حرام ہے اور باقی جائز ہے' ایسے ہی یہاں لعو ولہب گانے بجانے اور سب ناجائز کام حرام وگناہ ہیں باقی مباحات' طاعات' اور عبادات سب جائز ہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی رائے گرامی:

انہی دونوں شماروں میں مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے مضمون میں حضرت کاندھلویؒ کی رائے گرامی ٹی وی کے بارے میں شائع ہوئی ہے۔استاذ العلماء حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے بارے میں ان کے ایک شاگرد اور آزاد کشمیر کے معروف مفتی حضرت مولانا مفتی محمد رویس خان صاحب آف میر پور نے ایک بار بتایا کہ حضرت کاندھلویؒ سے ٹی وی اسکرین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں یہ چاقو ہے' اس سے خربوزہ کاٹو گے تو جائز ہے اور کسی کا پیٹ پھاڑو گے تو ناجائز ہے۔

علامہ یوسف قرضاوی مدظلہ کا فتویٰ:

بلاد عرب کے مشہور ومعروف جید عالم دین علامہ یوسف قرضاوی مدظلہ سے ٹی وی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔

ان التلیفزیون کالرادیو کالصحیفة وکالمجلة کل هذا الاشیاء ادوات ورسائل لغایات ومقاصد لاتسطیع أن تقول هی خیر ولاتسطیع ان تقول هی شر...... کالسیف فهو فی یدالمجاهد اداة من ادوات الجهاد وهو فی یدقاطع الطریق اداة من ادوات الأجرام الخ (فتاوی معاصرة ۱/۵۳۷)

بے شک ٹیلی ویژن ریڈیو کتاب اور رسالے کی طرح ہے اور یہ اشیاء آلات ہیں لہذا آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خیر ہے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ شر ہے۔اس کی مثال تلوار جیسی ہے جب مجاہد کے ہاتھ میں ہو تو وہ جہاد کے آلات میں سے ایک آلہ ہے اور اگر راہزن کے ہاتھ میں ہو تو پھر جرائم کے آلات میں سے ایک آلہ ہے۔

علماء سعودی عرب کا فتویٰ

وأما التلفزيون فالة لايتعلق بها في نفسهاحكم وانما يتعلق الحكم باستعما لها فان استعملت في محرم كالغناء الماجن واظهار صورة فاتنة ...... فذلك حرام وان استعمل في الخير كقراءة القرآن واهانة الحق والامربالمعروف والنهي عن المنكر والى امثال ذلك فذلك جائز الخ (فتاوىٰ علماء البلد الحرام ۴۲۶)

ٹیلی ویژن ایک آلہ ہے جس کے ذات کے ساتھ حکم متعلق نہیں۔حکم اس کے استعمال کے ساتھ متعلق ہے اگر اس کا استعمال حرام میں ہوتا ہو جیسے فحش گانے اور فتنہ انگیز تصاویر کے اظہار کے لئے ہو تو یہ حرام ہے اور اگر خیر میں استعمال ہوتا ہو جیسے کہ قرآن پاک کی تلاوت' اظہار حق او رامر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا اس جیسے دوسرے خیر پروگراموں کے لئے مستعمل ہو تو پھر جائز ہے۔

دارالعلوم کراچی کا فتویٰ:

ٹیلی ویژن اپنی ذات کی حد تک معلومات فراہم کرنے کا ایک آلہ اور ذریعہ ہے جس کا جائز اور ناجائز دونوں طرح کا استعمال ممکن ہے' جیسے ریڈیو' ٹیپ ریکارڈ اور کمپیوٹر وغیرہ یا انٹرنیٹ سروس کے مختلف آلات ہیں لہذا ٹی وی کو محض ایک آلہ ہونے کی حیثیت سے شرعاً ناجائز نہیں کہا جائے گا بلکہ اس کا جائز استعمال جائز اور ناجائز استعمال ناجائز ہوگا (جاری شدہ ۱۹/۹/۱۴۲۹ھ)

ان دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے رائے ثانی کے قائلین علماء کرام آج کے دور میں اسلامی ٹی وی چینلو کو جائز سمجھتے ہیں

دور حاضر میں جواز کی رائے کو ترجیح:

دور حاضر کے حالات اوران کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ثانی الذکر رائے (جواز کی رائے) راجح معلوم ہوتی ہے۔

(۱) اس لئے کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا عصر حاضر میں سرد جنگ کا ایک بہت بڑا ہتھیار بن چکا ہے' جس کے ذریعے باطل قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنا زہر پھیلاتے ہیں۔دشمن کے اس وار کے جواب کیلئے اس آلہ کا استعمال ناگزیر ہے اور قرآن پاک نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ میں ہر قسم کے ہتھیار سے لیس ہونے کا حکم دیا ہے'

قال تعالیٰ واعدولهم ماستطعتم من قوةومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدو كم (الاية)

ترجمہ: اوران کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اسکے ذریعے سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہے۔

تو جب میڈیا اغیار کا ایک موثر ترین ہتھیار ہے تو مسلمانوں کو بھی ان کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو اس ہتھیار سے لیس کرنا چاہیے۔ شریعت مقدسہ نے ہتھیار کے طور ایک ممنوعہ چیز کو جائز قرار دیا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ فانه لايعذب بالنار الارب النار (ابوداؤد باب فی كراهية حرق العدو) مگر اس نہی کے باوجود فقہاء کرام نے جنگ کی حالت میں کفار پر منجنیق سے آگ برسانے اور ان کو جلانے کی اجازت دی ہے۔

ونحارِ بهم بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم قوله وحرقهم الظاهر ان المراد حرق ذاتهم بالمنجانيق (ردالمختار ۱۲۹/۴)

ہم ان سے منجنیق نصب کر کے اور جلا کر اور ڈبو کر جنگ کریں گے اور ظاہر یہ ہے کہ جلانے سے مراد خود ان کا جلانا ہے۔

(۲) ثانیاً: انسان کے لئے پانچ امور ضروری ہیں استاذ عبدالوھاب خلاف نے لکھا ہے:

الامور الضرورية للناس ترجع الى خمسة اشياء الدين والنفس والعقل والعرض والمال (علم الفقه ۱/۲۰۰ بحواله المباحث الاسلامية جلد ۵، شماره ۳۰، صفحه ۹۹)

کہ لوگوں کے امور ضروریہ پانچ ہیں۔ دین۔ جان۔ عقل۔ آبرو اور مال کی طرف راجح ہیں۔

ضرورت کے لئے تصویر کا جواز:

یہی وجہ ہے کہ احناف کے ہاں ضرورت کے تحت تصاویر والی اشیاء کا استعمال بھی جائز ہے۔

قال الامام محمد وان تحققت الحاجة له إلىٰ استعمال التسلاح الذی فيه تمثال فلا بأس استعماله قال العلامه السرخسی لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما فی تناولی الميتة (السير الكبير بحواله تكملة فتح الملهم ۱۶۴/۴) اگر کسی ایسے اسلحہ کے استعمال کی ضرورت تحقق ہو جائے جس پر تصاویر ہوں تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور علامہ سرخسیؒ نے فرمایا اس لئے کہ ضرورت کے مواقع حرمت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسا مردار کا کھانا۔

علامہ سرخسیؒ مزید لکھتے ہیں: ان المسلمين يتبايعون بدراهم الاعاجم فيها التماثيل بالتيجان ولايمنع احدهن المعاملة بذلک السير الكبير بحواله تكملة فتح الملهم ۱۶۴/۴) بے شک تمام مسلمان عجمیوں کے دراہم کے ذریعے خرید وفروخت کرتے ہیں جبکہ ان پر تصاویر ہوتی ہیں اور کسی ایک نے ان دراہم کے معاملہ کرنے سے منع نہیں کیا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: لاباس بأن يحمل الرجل فی حال الصلوة دراهم العجم وان كان

فیھا تمثال الملک علی سریرہ وعلیه تاجه (بحوالہ تکملۃ فتح الملھم ۱۶۴/۴) اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص نماز میں عجمی دراہم جن پر بادشاہ کی تصویر ہے جو اپنے تخت پر ہے اور اس کے سر پر تاج ہے۔

چنانچہ اسی وجہ سے کہ شناختی کارڈ' پاسپورٹ لائسنس وغیرہ کے لئے اہل علم نے الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ شرح والنظائر ۲۵۱/۱) اور المشقة تجلب التیسر (الاشباہ شرح والنظائر ۲۲۶/۱) کے قواعد کے تحت فوٹو نکالنے کو مباح قرار دیا ہے۔ چنانچہ مفتی الہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے۔

الجواب: کسب معاش کی ضرورت اور مجبوری سے فوٹو کھنچوانا مباح ہے۔ (کفایت المفتی ۲۴۲/۹)

اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے

الجواب: مگر در مسئلہ پاسپورٹ کہ مسلمان بسوئے آں محتاج است وبدون کشیدن تصویر وقبول کردنش صورتے نہ بند دنباچار و مجبور اگر بقول ضعیف عمل کردہ شود جائز باشد (امداد المفتین (فتاوی دار العلوم دیو بند ۱۰۰۰/۲)

اسی طرح مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

ضرورت مثلاً پاسپورٹ' شناختی کارڈ' بس' ریلوے پاس' مجرموں کی شناخت کے لئے تصویروں کی حفاظت یا کسی بڑی قومی مصلحت کے تحت تصویر کشی جائز ہوگی کہ دشواریوں کی وجہ سے احکام میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ المشقة تجلب التیسیر (قاموس الفقہ ۴۷۰/۱)

اسی طرح علماء حرمین شریفین کا فتویٰ ہے کہ جواب : زندوں کی تصویر حرام ہے الا یہ کہ کسی ناگزیر ضرورت کا تقاضا ہو مثلاً کسی ذمہ داری یا پاسپورٹ کے لئے یا ایسے مجرموں کی تصویر جنہیں شناخت کر کے پکڑنا مقصود ہو اور وہ جرم کے ارتکاب کے بعد فرار ہو گئے ہوں یا اس طرح کے دیگر ناگزیر مقاصد کے لئے ہو تو عصر تصویر کی اجازت ہے) فتاوی اسلامیہ (اردو) ۳۸۲/۴) اور اس وقت دین کی حفاظت کیلئے اسلامی چینلو کا اجراء بھی ایک ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔

(۳) ثالثاً: اگر چہ آج کل عموماً ٹی وی کا استعمال ایک گھناؤنے طریقے سے ہوتا ہے جو بذات خود ایک مفسدہ ہو کر اس کے عدم جواز کی تائید کرتا ہے۔ مگر دوسری طرف ایک بہت ہی بڑا طبقہ جن کے ہاں معلومات کے لئے زیادہ تر ذریعہ الیکٹرانک میڈیا ہی ہے' دینی تعلیمات اور دعوت سے محروم ہو جائے گا۔ اور ساتھ اسلام دشمن اور شیطانی قوتوں کیلئے محاذ خالی رہ جائے گا جو پہلے والے مفسدہ سے عظیم اور بڑا مفسدہ ہے اور فقہاء کرام کے ہاں مسلمہ اصول ہے کہ من ابتلی ببلیتین وھما متساویتان یاخذ بایھما شاء وان اختلفا اختار اھونھما (شرح المجلہ لخالد اتاسی ۶۸/۱) کہ جو شخص دو بلیتوں میں مبتلاء ہو جائے تو اھون کو اختیار کرے۔

اسی طرح فقہاء کے ہاں اصول ہے اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمھما ضرراً بارتکاب اخفھما (شرح الاشباہ والنظائر ۲۶۱/۱)

کہ جب دو مفسدوں میں تعارض آ جائے تو دونوں میں سے چھوٹے پر عمل کیا جائے تا کہ بڑا ضرر کم ہو۔

اور دینی مقاصد کیلئے ایک ایسے آلہ کے استعمال میں بھی کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے، جس میں مفسدے بھی ہوں رسول اللہ ﷺ دین کی دعوت کیلئے عکاظ وغیرہ کے بازار بھی گئے ہیں۔ اور یہ بازار مشرکین ہی کے بازار تھے لازماً یہ بازار مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہوں گے مگر رسول اللہ ﷺ نے اسکی پرواہ نہیں کی اور دین کی دعوت دیتے رہے۔ تو یہ نظائر بھی آج کے دور میں دینی مقاصد کے لئے الیکٹرانک میڈیا کے استعمال کا جواز مہیا کرتا ہے۔

(۴) رابعاً: گزشتہ تفصیل میں گزر چکا ہے کہ مالکیہ امام قاسم بن محمدؒ، امام ابراہیم نخعی بعض حنابلہ اور بعض علماء عرب کے ہاں غیر سایہ دار تصویر جائز ہے احناف اور دوسرے اہل علم کے ہاں جس تصویر میں تشبہ بالکفار اور تصاویر کی تعظیم نہ ہو تو اس قسم کے تصاویر میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح جس تصویر کا کوئی ایسا عضو کٹا ہوا جسکے بغیر انسان کی حیات ممکن نہ ہو بعض فقہاء کے ہاں جائز ہے۔

اور فقہاء کرام کے ہاں مسلمہ اصول ہے کہ **الحرج مدفوع** کہ حرج مدفوع ہوگا۔ اور **المشقة تجلب التيسر** (شرح المجلۃ لخالد لداتاسی) کہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ اسلئے ضرورت کے تحت مالکیہ، امام قاسم بن محمد، ابراہیم نخعی اور دوسرے اہل علم کی رائے پر عمل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

دوسرے مذاہب پر ضرورت کے وقت فتویٰ

اور یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ضرورت کے تحت فقہاء کرام نے دوسرے مذاہب پر فتویٰ دیا ہے جسکے چند نظائر پیش ہیں:

(۱) جب کسی شادی شدہ کا شوہر مفقود ہو جائے اور اس کے زندہ اور مردہ ہونے کا کوئی پتہ نہ ہو تو متقدمین علماء احناف کے ہاں یہ عورت ۹۰ سال انتظار کرے گی۔ **كما في السراجي وقال بعضهم تسعون سنة وعليه الفتوىٰ** (السراجی ۵۷) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ نوے سال انتظار کرے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

جبکہ امام مالکؒ کے ہاں وہ عورت چار سال انتظار کریگی۔ مگر متاخرین علماء احناف امام مالکؒ کے مسلک پر ضرورت کے تحت فتویٰ دیا ہے۔

قد كان بعض اصحابنا يفتون بقول مالك في هذه المسالة للضرورة ثم رايت مابحثته بعينه ذكره محشي مسكين عن السيد الحموي وسياتي نظير هذه المسئلة في زوجة المفقود حيث قيل أنه يفتي بقول مالك انها تعتدعدة الوفاة بعد مضي أربع سنين (ردالمحتار ۳/۵۰۹)

ہمارے بعض اصحاب یعنی احناف اس مسئلے میں امام مالکؒ کے قول پر ضرورت کی وجہ سے فتویٰ دیتے تھے، اور جو بحث میں نے ذکر کی ہے وہ میں نے بعینہٖ محشی مسکین جس نے سید الحموی کے حوالہ سے ذکر کی ہے، میں دیکھی۔ اور اس مسئلہ کی نظیر مفقود الخبر کی بیوی سے متعلق آگے آئے گی، چنانچہ کہا گیا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں امام مالکؒ

کے قول پر فتویٰ دیتے تھے کہ وہ چار سال گزرنے کے بعد عدت وفات گزار لیگی۔

وقال ایضا وقد قال فی البزازیة الفتویٰ فی زماننا علی قول مالک (ردالمحتار ۴/۲۹۵ کتاب المفقود)

اور اسی طرح بزازیہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں فتویٰ امام مالکؒ کے قول پر ہے۔ یہاں پر متاخرین علماء احناف نے تو ایک فرد واحد کی ضرورت کی تکمیل کے لئے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے کے مسلک پر فتویٰ دیا ہے۔

(۲) اسی طرح اگر کوئی شوہر ایسا ہو کہ باوجود استطاعت کے وہ اپنی بیوی کا نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو اور بیوی کے پاس نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو اور شوہر طلاق یا خلع کے لئے بھی تیار نہ ہو تو ایسی صورت میں مالکیہ کے ہاں اس عورت کو اجازت ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس شوہر سے بذریعہ عدالت آزاد کرادے۔ جبکہ متقدمین علماء احناف کے ہاں اس قسم کے عوارض میں عدالت وغیرہ فسخ نکاح کا مجاز نہیں۔ مگر متاخرین علماء احناف نے امام مالکؒ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے عورت کو عدالت کے ذریعے اپنے آپ کو آزاد کرانے کی اجازت دی ہے اور اسی کو مفتی بہ قرار دیا ہے

فتاوی عثمانی میں ہے **الجواب** صورت مسئولہ میں اگر مندرجہ واقعات درست ہیں تو عورت کو چاہیے کہ وہ نان نفقہ نہ ہونے اور اس کے عصمت کو خطرہ ہونے کی بنیاد پر عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے عدالت شریعت کے مقررہ اصولوں کے مطابق تحقیق کرے اگر یہ محسوس کرے کہ عورت حالت مجبوری میں ہے تو وہ ایک سال صبر کے بعد نکاح فسخ کرسکتی ہے۔ (فتاوی عثمانی ۲/۴۶۵)

اسی طرح فتاویٰ حقانیہ میں ہے **الجواب**: متقدمین علماء کے ہاں تو اس قسم کے عواضات کی وجہ سے عدالت یا مسلمان حاکم نکاح فسخ کرنے کا مجاز نہیں لیکن متاخرین علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ عورت شرعی عدالت کی طرف رجوع کرے وہ اس کا حل نکالے گا۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۴۰۹)

اسی طرح فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۰/۲۲۶ اور الحیلة الناجزہ ص ۳۷ میں بھی اسی پر فتویٰ موجود ہے۔ اس مسئلہ میں بھی فرد واحد کی ضرورت کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

(۳) اسی طرح جو شخص دھوکہ کھاتا ہو چاہیے وہ سمجھدار کیوں نہ ہو ایسے شخص کو مغبون کہا جاتا ہے۔ بیع وشراء کے مسئلہ میں جمہور فقہاء کرام اور علماء احناف کے ہاں اس شخص کو کوئی خیار نہیں یعنی خیار مغبون کوئی چیز نہیں البتہ امام مالکؒ کے ہاں مغبون شخص کو خیار حاصل ہے چونکہ تغیر زمانہ کی وجہ سے دھوکہ اور فریب عام ہو چکا ہے اسلئے متاخرین علماء احناف نے امام مالکؒ کے مذہب کو ترجیح دے کر خیار مغبون کو ہی ترجیح دی ہے۔ چنانچہ تکملة فتح الملهم میں ہے

وقد افتی المتاخرون من الحنفیة باثبات الخیار لمن غبن فاحشا بتغریر البائع مثل أن یقول المشتری قیمته کذا فاشتراه فظهر اقل فله الرد فاما اذا لم یغره البائع فلا خیار له وبه افتی الصدر الشهید و کذلک یثبت الخیار للبائع المغرور (تکملة فتح الملهم ۱۰/۳۸۰)

اور تحقیق متاخرین حنفیہ نے جس شخص کو بائع کی وجہ سے دھوکہ غبن فاحش ہوا ہو تو اس کو خیار غبن حاصل ہونے پر فتویٰ دیا ہے۔ مثلاً اگر بائع مشتری سے کہے کہ اس چیز کی قیمت اتنی ہے اور مشتری نے وہ چیز خرید لی پھر وہ چیز اس قیمت سے کم نکلی تو مشتری کو واپس کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر بائع نے اسکو دھوکہ نہیں دیا ہو تو پھر خیار حاصل نہ ہوگا اور اسی پر صدر الشہید نے بھی فتویٰ دیا ہے اور اسی طرح خیار اس بائع کو بھی حاصل ہوگا جسکو دھوکہ ہوا ہو۔ (تکملۃ فتح الملہم ۲/۵۷۸)

(۴) اسی طرح جب کسی شخص کا دوسرے شخص پر قرض ہو اور مدیوں دائن کو قرض ادا نہ کرر ہا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اگر دائن کے ہاتھوں مدیون کا ایسا مال ہاتھ آئے جو دین کے جنس سے ہو تو پھر تو دائن اس کو اپنے دین میں وصول کر سکتا ہے لیکن اگر وہ مال دین کے جنس سے نہ ہو تو پھر دائن اس مال کو اپنے دین میں وصول نہیں کر سکتا۔ اور امام شافعیؒ کے ہاں مدیون کا جو بھی مال دائن کے ہاتھ لگ جائے چاہے دین کے جنس سے ہو یا نہ ہو ہر دونوں صورتوں میں دائن اس مال سے اپنا دین وصول کر سکتا ہے۔

متاخرین علماء احناف نے ضرورت کے تحت شوافع کے اس مسلک کو ترجیح قرار دے کر امام شافعیؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ تکملۃ فتح الملہم میں ہے **والمشهور من مذهب الحنفية انه يجوزله الأخذ ان كان ما ظفربه من جنس حقه ولايجوز ان كان من غير جنسه غير ان المتاخرين من الحنفية أفتوا فى هذا المسألة بمذهب الشافعى (تكملة فتح الملهم ۲/۵۷۸)**

اور حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ دائن مدیوں کے مال سے اپنا قرض وصول کرنے کا حقدار ہے جب وہ مدیون کے اس مال پر قبضہ حاصل کرے تو دین کے جنس سے ہو اور اگر وہ چیز جو اس کے ہاتھ میں آیا ہے دین کے جنس سے نہ ہو تو پھر اس کو اپنے قرض میں لینا جائز نہیں۔ مگر اس مسئلہ میں متاخرین احناف نے شوافع کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے۔

قال ابن عابدين : عن القهستانى مذهب الشافعى وهذا اوسع فيجوز الاخذبه وان لم يكن مذهبنا فان الانسان يعذر فى العمل به عند الضرورة كما فى الزاهدى ثم نقل عبارة الحموى المذكورة واليه يظهر ميلان صاحب الدرالمختار حيث قال فى الخطرو الاباحة ليس لذى الحق أن ياخذ غير جنس حقه وجوزه الشافعى وهو الاوسع وعاد ابن عابدين تحته ۵/۳۰۰ فقال أما اليوم فالفتوىٰ على الجواز (تكملفتح الملهم ۲/۵۸۰)

علامہ ابن عابدینؒ قہستانی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ شوافع کے مذہب میں توسع ہے اسلئے دائن کیلئے قرضہ لینا جائز ہے اگرچہ ہمارا مذہب یہ نہیں کیونکہ ضرورت کے وجہ سے انسان عمل میں معذور سمجھا جاتا ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے، پھر انہوں نے حموی کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے، اور اسی قول کی طرف صاحب درمختار کا میلان بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کتاب الخطر والاباحۃ میں فرماتے ہیں کہ دائن کیلئے اپنا حق غیر جنس سے لینے کا حق حاصل نہیں ہے اور

امام شافعیؒ نے اسکو جائز قرار دیا ہے اور یہ قول اوسع ہے اور علامہ شامیؒ نے اس قول کے تحت پھر اعادہ کیا ہے کہ آج کل فتویٰ جواز پر ہے۔ تو جب انفرادی ضرورت کیلئے دوسرے مذہب پر فتویٰ جائز اور معمول بہ ہے تو اجتماعی ضرورت کیلئے دوسرے مذہب کو ترجیح دینا بدرجہ اولیٰ جائز بلکہ ضروری ہے پھر اس وقت الیکٹرانک میڈیا کا استعمال ایک عالمی ضرورت شدیدہ بن چکی ہے اور اس ضرورت کی تکمیل جس مذہب میں ہو اسی کے حوالہ سے اس کو پورا کرنا چاہیے' لہٰذا جب صحابہ کرامؓ' مالکیہ' امام قاسم بن محمدؒ امام ابراہیم نخعیؒ' کے ہاں غیر سایہ دار تصویر کی گنجائش موجود ہے تو ضرورت کے تحت ان حضرات کی رائے لینے میں کیا حرج ہے' اس کے ساتھ ٹی وی کی اسکرین پر جو صورت دکھائی دیتی ہے نہ تو اس کی عبادت کی جاتی ہے' جس میں تشبہ بالکفار لازم آجائے اور نہ ان صورتوں کو موضع تعظیم میں رکھا جاتا ہے' جہاں تک ٹی وی یا کمپیوٹر وغیرہ کا الماری یا منبر کے اوپر رکھنے کا تعلق ہے تو وہ اس صورت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ٹی وی یا کمپیوٹر چونکہ ایک قیمتی اور نازک شئی ہے اسلئے ان کو الماری یا ٹیبل پر رکھا جاتا ہے تو یہ دونوں علتیں بھی ٹی وی کے اسکرین پر موجود تصویر میں موجود نہیں علت کی فقدان کی وجہ سے علماء احناف کے ہاں بھی جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

ایک بات کی وضاحت: یہاں ضمناً اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ماہنامہ ''الحق'' کے گزشتہ شمارہ ۴ رجلد ۴۴ محرم الحرام میں جناب محمد ابراہیم الحنفی صاحب کے مضمون اسلامی بینکاری اور اسلامی ٹی وی چینلو کے حامیوں کے نام میں لکھا ہے حیرت تو اس پر ہے فاضل محترم نے تصویر کے مسئلہ کو قرون اولیٰ سے مختلف کہا ہے حالانکہ امہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں جمہور علماء کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب مطلقاً بغیر کسی استثناء کے تصویر سازی کی حرمت کا نقل کرتے ہیں (عمدۃ القاری ۲۲ر۰۷ ط 'بیروت)

جواب: جناب حنفی صاحب نے تو فاضل محترم پر حیرت کا اظہار فرمایا ہے مگر حقیقت میں اس حیرت کا مصداق حنفی صاحب کا دعویٰ اجماع ہے اسلئے کہ غیر سایہ دار تصویر کا مسئلہ قرون اولیٰ سے اختلافی ہونے پر ذخائر کتب اسلامی گواہ ہیں' خلاصہ کیلئے احقر کا مضمون ماہنامہ الحق کے شمارہ ۴ کے صفحہ ۵۱ سے ۵۴ اور اسی شمارے کے ابتدائی صفحات پر مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور جہاں تک مضمون نگار صاحب کے عمدۃ القاری کے حوالہ کا تعلق ہے کہ علامہ عینی نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے تو بندہ نے خود عمدۃ القاری جلد ۲۲ کتاب اللباس باب التصاویر سے لےکر باب الارتداف علی الدابۃ تک کا بغور مطالعہ کیا مگر وہاں اشارۃً بھی اس اجماع کا ذکر نہیں ملا اور صاحب مضمون نے صفحہ نمبر ۷۰ کا جو حوالہ دیا ہے وہاں باب تقلیم الاظفار ہے ہاں تصاویر مجسم کے حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے' جس کی وضاحت شمارہ ۴ جلد ۴۴ کے صفحات پر گزر چکی ہے۔

(۵) خامساً: اور اسی ضرورت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید نے ان ڈیجیٹل مناظر کے بارے میں اپنی رائے یوں تحریر کی ہے۔

میری ناقص رائے کے مطابق دشمن کیلئے میدان بالکل کھلا چھوڑ دینے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بے بسی کا اظہار کرتے رہنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے دفاع کرنے اور صفائی و بے گناہی بیان کرنے میں کچھ نہ کچھ کردار ادا کرلیں۔ مذکورہ بالا نصوص سے مجھے یہی گنجائش محسوس ہورہی ہے بلکہ اسے دینی و دنیاوی ضرورت کہنا بھی غلط نہیں ہوگا نیز جیسا کہ گزشتہ اجلاس میں اکثریتی رائے سے یہ بات بھی سامنے آچکی ہے کہ ڈیجیٹل کیمرہ ذریعہ براہ راست منظر کشی ممنوع تصویر سازی کے حکم میں نہیں ہے اسی طرح جب اسے محفوظ کرکے اسکرین پر دکھایا جائے تو اسی پر بھی تصویر محرم کا بالکلیہ اطلاق مشکل اور دشوار ہے بلکہ اسے شبہ بالعکس قرار دیا گیا ہے، اس بناء پر میرا رجحان یہ ہے کہ موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں اسلام کے خلاف دشمن کے پروپیگنڈہ کم کرنے کیلئے (اسلحہ سازی اور اقتصادی کدوکاوش کی طرح) میڈیا کو استعمال کرلیا جائے تو تصویر محظور کے باوجود بھی گنجائش ہوسکتی ہے۔ (ماخوذ از فتویٰ دارالعلوم کراچی ص۱۹/۹/۱۴۲۹ھ)

اور اسی طرح ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ المکرم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب کے بارے میں لکھا ہے: آج ہی معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب جو ہمارے مسلک کے اس وقت امام ہیں انہوں نے بھی دینی پروگراموں کی خاطر ٹی وی پر آنے کو جائز قرار دیا ہے۔

اسی طرح امیر مجلس ختم نبوت مولانا خان محمد صاحب کے بارے میں لکھا ہے مرکز سراجیہ لاہور ٹرسٹ جو حضرت مولانا خان محمد صاحب کے زیر سرپرستی اور ان کے صاحبزادے مولانا رشید احمد کے زیر اہتمام کام کررہا ہے اس کے شعبوں میں سے پانچواں شعبہ سی ڈیز بھی ان وسائل ابلاغ عامہ میں سے ہے (ماخوذ از مقالہ ڈاکٹر سعید احمد عنایت مدرسہ صولتیہ)

(۶) سادساً: اور پھر بنیادی وجہ یہ ہے کہ ٹی وی کی اسکرین پر جو مناظر نظر آتے ہیں اس پر تصویر کی تعریف ہی صادق آنا مشکل ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کیساتھ ذکر ہوا ہے۔ اور یہی بات کہ ٹی وی کی اسکرین پر تصویر کا اطلاق مشکل ہے۔ جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا مفتی عبداللہ معروفی صاحب اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں:

ٹیلی ویژن پر جو صورت نظر آتی ہے وہ تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہ عکس ہے لہذا اس پر تصویر کی حرمت والی روایتوں سے استدلال صحیح نہیں ہوگا۔ (ماخوذ از فتوی دارالعلوم کراچی ۱۷)

حضرت مولانا مفتی محمد الحسن گونڈوی رئیس جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام غازی آباد انڈیا نے لکھا ہے کہ موجودہ دور میں اقدامی یا دفاعی طور پر ٹیلی ویژن استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جو غلط فہمیاں اور گمراہیاں پھیل رہی ہیں ان کا مناسب توڑ اور مسکت جواب بغیر اسے استعمال میں لائے انتہائی مشکل امر ہے۔

لہذا ٹیلی ویژن کو آلہ لہو کہہ کر اس پر اسلامی نشریات کو ناجائز کہنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ٹی وی فی نفسہ قبیح نہیں ہے بلکہ اس میں قباحت عوارض کی وجہ سے ہے لہذا جب اسکے قبح کو دور کردیا جائے تو پھر اس کا استعمال جائز ہوگا اور اس پر اسلامی تعلیمات کی اشاعت کرنا صحیح ہوگا (الںباحث الاسلامیہ جلد ۵ شمارہ ۴، صفحہ ۷۰)

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر والاستاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھی لکھا ہے کہ ٹیلی ویژن پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ دراصل بجلی اور مشین کے ذریعہ لے کر دکھایا جانے والا عکس یا ظل (سایہ) ہے۔لہذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو ان اصل مناظر کا ہے (سہ ماہی البساحث الاسلامیہ جلد ۳ شمارہ ۲)

اور حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب نے اس موضوع پر اشرف التوضیح میں بہت تفصیلی بحث کی ہے۔

خلاصہ کے طور پر اس کی رائے لکھ دی جاتی ہے۔ ویڈیو کیسٹ کا تو وہ بظاہر تصویر معلوم نہیں ہوتی اگرچہ کسی عالم دین کا نقطہ نظر کچھ اور بھی ہوسکتا ہے لیکن جو ہمیں راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ تصویر نہیں ہے، اس لئے کہ تصویر چاہے کتنی باریک کیوں نہ ہو، لیکن اتنا تو ہونا چاہیے کہ کسی خوردبین ہی کے ذریعے کم از کم بتا سکے کہ یہ فلاں کی آنکھ ہے۔ یہ فلاں چیز اور یہ فلاں چیز ہے۔ جبکہ ویڈیو کیسٹ کے اندر ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں صرف شعاعیں ہیں۔۔۔اب رہ گیا ٹی وی کا حکم وہ تصویر ہے یا نہیں تو بظاہر اسے بھی تصویر کہنا مشکل ہے (ملاحظہ اشرف التوضیح ۳/۶۱۳ تا ۶۳۱)

<u>بعض علماء کرام کا ٹی وی پر آنا:</u>

یہی وجہ ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے <u>۱۹۷۰ء</u> کے انتخابات سے پہلے ریڈیو اور ٹی وی پر خطاب فرمایا تھا (بحوالہ البلاغ شمارہ ۱۲۔جلد ۴۳ ص ۵۳)

اسی طرح حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید کے بارے میں مولانا سعید احمد جلال پوری نے لکھا ہے

چنانچہ طالبان حکومت کے موقع پر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید اسی قسم کے ایک مکالمہ (ٹی وی پر مکالمہ) میں شریک ہوئے تو انہوں نے خود بتلایا کہ مذاکرے کا میزبان پہلے تو مجھے بولنے نہیں دے رہا تھا جب میں نے بولنا شروع کیا تو اس نے بارہا میری بات کاٹنے کی کوشش کی لیکن جب میں نے اس پر برہمی کا اظہار کیا تو اگرچہ اس نے مداخلت تو بند کردی لیکن میرے انٹرویو کے وہ حصے جو حکومت اور بین الاقوامی قوتوں کے ذوق ومزاج کے خلاف تھے حذف کردیئے گئے۔ (ماخوذ ٹی وی پر علماء کرام کا آنا مثبت ومنفی پہلو۔ماہنامہ دار العلوم دیوبند ۱۹رفروری ۲۰۰۸)

اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان شہیدؒ کئی بار رویت ہلال کمیٹی کے اجلاسوں میں رویت ہلال کا اعلان کرتے ہوئے ٹی وی کی اسکرین پر آچکے ہیں۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے اکابر علماء کرام دینی ضرورت کے تحت ٹی وی اسکرین پر اپنی ذمہ داری پوری کرچکے ہیں اور لوگوں کو حق کا پیغام دے چکے ہیں۔

لہذا اس تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ موجودہ حالات میں الیکٹرانک میڈیا کا استعمال بلکہ ایک اسلامی چینلو کا اجراء جو دیگر محرمات سے پاک ہو جائز بلکہ ضروری اور مستحسن ہے تاکہ اس کے ذریعے نہ صرف اغیار کا جواب دیا جاسکے بلکہ اسلام کے تشخص کو اجاگر کیا جاسکے۔اور لوگوں کی صحیح راہنمائی کی جاسکے۔

ھذا ماظھر لی واللہ اعلم وعلمہ اتم

جناب سید جمشید احمد ندوی

روسی مسلمان۔اندیشے اور امیدیں

آج مسلمانوں کو نت نئے مشکلات کا سامنا ہے منجملہ ان مشکلات کے ایک یہ ہے کہ بہت سی مسجدیں جو دشمنوں کے ناپاک قبضہ میں ہیں اب تک بازیاب نہیں ہوسکیں ہیں جبکہ روس میں کمیونسٹ انقلاب سے پہلے روس کے مختلف صوبوں وشہروں میں ۱۴۰۰۰ (چودہ ہزار) سے زائد مسجدیں تھیں افسوس صد افسوس کہ گھٹتے گھٹتے ان کی تعداد صرف ۸۰ (اسی) رہ گئی ہے۔

دوسری بڑی مشکل جس سے مسلمان روس میں دوچار ہیں' یہ ہے کہ ائمہ ودعاۃ کی ایسی کوئی جماعت نہیں ہے جو بازیافت مساجد میں دعوت وامامت کا فریضہ انجام دے سکیں' اور ایسے اساتذہ واتالیق کا فقدان ہے جو نئی نسل کو اسلام کی تعلیم دے سکے اور اسلام کے پیغام کو عام کرسکے' اس کا سلبی نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ بہت سی مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہورہی ہے۔

ازسرنو پھر مساجد کی تعمیر کی پوری کوشش ہورہی ہے' اور آج روس میں مساجد کی تعداد ۴۰۰۰ (چار ہزار) کو پہونچ چکی ہے' لیکن اگر روسی مسلمانوں کی تعداد سے موازنہ کیا جائے تو یہ تناسب بہت کم ہے۔اس لئے کہ تاتارسان میں ۴رملین مسلمان ہیں لیکن وہاں چھوٹی بڑی تمام مسجدیں ملاکر صرف ۱۵۰۰ (پندرہ سو) مسجدیں ہیں' جب کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس کے ڈبل یعنی (۸۰۰۰) مساجد کی ضرورت ہے۔

سب سے خطرناک مشکل جس سے روس میں مسلمانوں کو سامنا ہے یہ ہے کہ ''بشکیریا'' میں چار اسلامی مدارس ہیں جن میں سے ایک بھی مسلمانوں کی نگرانی میں نہیں ہے بلکہ حکومت کے کنٹرول میں ہے' حکومت جیسے چاہتی ہے اس میں دست برد کرتی ہے۔

''تومسک'' میں ''الابیض'' نامی ایک بہت پرانی مسجد ہے جو پورے ''سائبریا'' میں نادرو یکتا ہے' اس میں کمیونسٹوں نے مئے خانہ بنادیا ہے اور تاحال اس میں یہ مئے خانہ باقی ہے۔

تاہم روسی قانون کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مذاہب یکساں ہیں' مگر بہت سے دلائل ہیں جن سے یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ کلیسا کو مکمل آزادی ہے جبکہ مسلمانوں کے کئی ایک مدرسے اور مساجد جن پر ناجائز قبضہ کیا گیا اب تک واپس نہیں کیے گئے۔

کلیسا کے عبادت خانے اور اوقاف کی تمام جائیدادیں واپس کردی گئیں' جبکہ شیکرستان کے اوفا شہر میں ایک مسجد کے مقابل میں چودہ کلیسے ہیں اور شہر کی دیگر مساجد اور چار مدارس کو حکومت نے اب تک واپس نہیں کیا۔اس سوتیلے پن کے معاملہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ روس میں دیگر پیروان مذاہب کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اور جو مراعاتیں دی جاتی ہیں وہ مراعاتیں مسلمانوں کو نہیں دی جاتی ہیں۔

مجلہ ''سپیجل'' کی ایک تحقیق کے مطابق جرمنی میں جولائی ۲۰۰۴ء تا جون ۲۰۰۵ء تقریباً ۴۰۰۰ (چار ہزار) لوں نے اسلام قبول کیا۔

نیز قبول اسلام کے مختلف اسباب ومحرکات ہیں سب سے بڑا محرک جرمنی خواتین کی شادی مسلم مردوں سے ہونا ہے۔

جرمنی کے وزیر داخلہ ''فولفجانج شوبیلہ'' نے ابھی حال ہی میں بیان دیا کہ اسلام ہمارے ملک کا ایک جزء بن چکا ہے۔۳ رملین سے زائد مسلمان جرمنی میں پائے جاتے ہیں' اور حکومت پر یہ ضروری ہے کہ اس فکر کو عام کرے کہ مساجد اور کلیسے اور دیگر عبادت خانے ملک وملت کے لئے چیلنج اور خطرہ نہیں ہیں' بلکہ ملک کی تعمیر وترقی کی ایک قسم اور ایک ذریعہ ہے۔

فرانس میں مقیم مسلمانوں کے بارے میں ایک تحقیق پیش کی گئی کہ فرانسیسی معاشرہ میں مسلمانوں کے گھل مل جانے یورپ میں ایک استثنائی حالت ہے' فرانس میں ۷ فیصد مسلمان ہیں لیکن اسلام اور مغرب کے درمیان کوئی تصادم' کوئی ٹکراؤ نہیں' اور وہاں ۹۱ فیصد مسلمان مسیحیت کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہیں' اور ۷۱ فیصد یہودیت کے بارے میں' جبکہ برطانیہ میں صرف ۳۲ فیصد مسلمان یہودیت کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہیں اور ۲۸ فیصد اسپین میں اور ۳۸ فیصد جرمنی میں۔اسی ریسرچ کی بنیاد پر مطالبہ کیا جارہا ہے کہ اگر ملک میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے تو اس سے ملک کی سالمیت کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

ایک تحقیق کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۵ ملین ہے' ایک دوسری تحقیق کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰ ملین ہے' کچھ تو وہاں کے اصل متوطن ہیں' اور کچھ مختلف ممالک' مغرب' ترکی' افغانستان' سینگال' مالی سے ہجرت کرکے آنے والے لوگ ہیں۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

جناب اکرام اللہ شاہد ابن مدرار
سابق ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد

مولانا مدرار اللہ مدرار نقشبندی

ممتاز عالم دین اور تحریک پاکستان کے سرگرم رہنما کی مذہبی اور ملی جدوجہد پر ایک نظر

قبلہ گاہ والد محترم علامہ مفتی مدرار اللہ مدرار ایک جید عالم دین، ممتاز محقق صحافی اور علمی و ادبی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہونے کے علاوہ ایک پاکباز صوفی بھی تھے۔ آپ قطب الارشاد شیخ العلماء والصلحاء حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ (المعروف بہ خانیوال حضرت صاحب) کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ عربی، فارسی، اردو اور پشتو کے کہنہ مشق شاعر، ادیب اور نقاد بھی تھے۔ ۱۹۳۵ء سے آپ اہم علمی، دینی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات انجام دینے میں سرگرمی سے مصروف رہے۔ آپ نے اپنا قلم اور تن من دھن اسلام، پاکستان اور اسلامی نظام کے استحکام ونفاذ کیلئے وقف کر رکھا تھا۔

''آپ کے عالمانہ و فاضلانہ مقالات اور تحقیقی نگارشات ملک کے متعدد مجلات، جرائد و اخبارات اور رسائل کی زینت بن چکیں ہیں۔ بیشتر مضامین و مقالات اور تصنیف و تالیف میں زیادہ زور دشمنان اسلام کی طرف سے باطل خیالات ونظریات کی تردید و ابطال پر صرف کرتے ہوئے اہل باطل کا خوب تعاقب ومواخذہ کیا ہے۔ علمی استعداد پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ علمی و دینی مسائل سے لے کر عصر حاضر کی ضروریات تک پر ان کی گہری نظر تھی۔ کسی بھی مسئلہ پر دلیل کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے تھے اور اپنی ذہانت و مہارت سے ہر مسئلہ پر مضبوط دلیلیں نکال کر سب سے اپنا لوہا منوا لیتے اور مسئلہ کے ایک ایک گوشہ کو اس طرح اجاگر کرتے کہ حیرت ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے تصنیفات و تالیفات کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ عمر کے آخری حصے میں مرحوم نے چوہدری غلام احمد پرویز (جو باتفاق علماء اسلام خارج از اسلام ہے) کی نام نہاد تفسیر اور رسالے تنقیدی نظر سے مطالعہ کئے اور اپنی خداداد بصیرت اور حسن تحریر سے اس عظیم فتنہ کے تعاقب ومواخذہ میں ''پرویز اور قرآن'' کے نام سے ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائی جس میں پرویز ہی کی کتابوں سے نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا کہ پرویز نہ صرف منکر حدیث ہے بلکہ منکر قرآن بھی ہے اور روز روشن کی طرح واضح کیا کہ پرویز نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، روز قیامت، فرشتوں، قرآن اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے بھی منافقانہ انداز میں انکاری ہے'' (بحوالہ ماہنامہ ''العصیہ'' چارسدہ بابت مئی ۱۹۹۴ء)

مولانا مدرار اللہ مدرار ۲۶ راگست ۱۹۱۳ء کو مردان کے ایک ممتاز علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے

والد کا نام مولانا میر حسین (یوسف زئی) تھا جو ایک جید عالم دین اور فقیہ تھے۔ مولانا میر حسین نے علمائے ہند اور خصوصاً علمائے بنگال سے علوم متداولہ کی تکمیل کی تھی۔ چونکہ آپ کا خاندان علم وفضل کے لحاظ سے مشہور تھا اس لئے تحصیل علم کے بعد جب واپس مردان پہنچے تو درس وتدریس کا سلسلہ قائم کر دیا۔ ابتداء ہی سے آپ کو فقہ حنفی سے کافی شغف تھا۔ اس لئے آپ نے فقاہت میں کمال حاصل کر لیا اور فقہ حنفی کا درس دینا شروع کیا۔ کثیر تعداد میں طلباء آپ سے فقہ کی کل کتابیں پڑھتے۔ بلکہ جب طلباء علم کی تکمیل کر لیتے تو پھر آپ کی خدمت میں رہ کر فقہ حنفی کے مشکل مقامات کو پڑھتے اور سمجھتے۔ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ زہد وریاضت، مجاہدات اور سلوک کی طرف بھی پوری توجہ دی۔ امام المجاہدین حضرت حاجی صاحب ترنگزئیؒ سے طریقہ قادریہ ونقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ مولانا میر حسین نے ستر برس کی عمر میں بمقام مردان ۱۶ راگست ۱۹۳۰ء کو انتقال فرمایا (بحوالہ ''تذکرہ علماء ومشائخ سرحد'' جلد دوم ص ۲۶۹)

مولانا مدرار اللہ مدرار نے مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد سے دینی علوم کی ابتدائی کتابوں کے علاوہ فقہ کی کتابیں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد وہ مختلف مقامات پر گئے اور نامور اساتذہ کرام سے درس نظامی کی کتابیں پڑھنا شروع کیں۔

مولانا مدرار اللہ مدرار نے ۱۹۳۵ء میں عملی طور پر مذہبی اور ملی جدوجہد کا آغاز کیا اور مجلس احرار مردان کے شعبہ تبلیغ کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ان دنوں مردان میں قادیانیت کی تحریک زوروں پر تھی جس کا انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ وہ مسلسل تبلیغی دوروں اور جلسوں میں مصروف رہے جس کے نتیجے میں قادیانیت کی تحریک ماند پڑ گئی اور کئی قادیانی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس پر قادیانیوں نے مولانا کے خلاف اس وقت کے انگریز ڈپٹی کمشنر کے پاس شکایت کی مولانا کی تقریروں سے ہمیں نقص امن کا خطرہ پیدا ہوا ہے۔ انگریز حاکم نے مولانا کی زبان بندی کرانی چاہی اور مولانا مدرار سے زبان بندی اور حفظ امن کی ضمانت طلب کی لیکن مولانا نے پیران ڈاگہ مردان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اس جلسہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے زبان بندی کے حکم اور حفظ امن کی دفعہ کو توڑ ڈالا۔ ضلعی انتظامیہ نے مولانا کی اس تقریر کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۴ الف کی زد میں لا کر انہیں اور ان کے دو ساتھیوں مولانا عبدالحکیم (اساعیلہ، صوابی) اور مولانا فضل حق (پشاور) کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔

حکومت کے اس اقدام پر پورے ملک میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام اور جمعیت العلمائے صوبہ سرحد کے اکابرین نے احتجاج کے طور پر مردان میں عظیم الشان جلسے منعقد کئے اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ مولانا اور ان کے ساتھیوں کے خلاف تعزیری احکام واپس لئے جائیں۔ مسلمانوں کی طرف سے شدید احتجاج کی بناء پر اسٹنٹ کمشنر مردان نے ۱۸ رجون ۱۹۳۵ء کو اپنے عدالتی حکم میں قرار دیا کہ ''تا اختتام مقدمہ تم پر کسی قسم کی پابندی نہیں، تم باقاعدہ حسب سابق اپنے تبلیغی سلسلہ کو جاری رکھ سکتے ہو اور مرزا کو کافر، دجال اور کذاب کہہ سکتے ہو اور مسلمانوں کو

مرزائیوں سے الگ رہنے کی تلقین کر سکتے ہو"(بحوالہ روزنامہ ''احسان'' لاہور ۲۲ر جون ۱۹۳۵ء)

اس احتجاج میں مجلس احرار اسلام کے رہنما حضرت مولانا غوث ہزاروی' مولانا مظہر علی اظہر (لاہور) جمعیت العلمائے صوبہ سرحد کے صدر مولانا شاکر اللہؒ (نوشہرہ) اور نائب صدر مولانا محمد شعیبؒ (مردان) کے علاوہ نواب سر محمد اکبر خان ہوتی' اور خان غلام محمد خان لوند خوڑ پیش پیش تھے۔ خان ثمین جان ایڈووکیٹ (مردان) کی وہ خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں جوانہوں نے مولانا کے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے انجام دیں۔

مولانا مدرار نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور حق و باطل کے معرکے میں کبھی بھی کسی مصلحت کا لحاظ نہیں کیا۔ آپ ایک بیباک اور نڈر عالم دین تھے۔ آپ قلب سلیم اور ذہن رسا کے مالک تھے زہد و تقویٰ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حضرات انبیاءؑ کے ساتھ آپ کا والہانہ عشق و محبت ان کی تحریروں کی ایک ایک سطر سے عیاں ہے۔

مولانا مدرار اللہ مدرار اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد شعیب تحریک آزادی کے دوران صوبہ سرحد کے ''مولوی برادران'' کے نام سے مشہور تھے۔ دونوں بھائیوں کی کوششوں سے صوبہ سرحد میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس سلسلے میں ستمبر ۱۹۳۷ء میں ایبٹ آباد میں صوبہ سرحد کے جید علماء کرام اور سیاسی زعماء کا جلاس منعقد ہوا جس میں مولانا محمد شعیب کو آل انڈیا مسلم لیگ صوبہ سرحد کا پہلا صوبائی صدر نامزد کیا گیا۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا محمد شعیب کو دوبارہ مسلم لیگ کا صدر' بیرسٹر میاں ضیاء الدین اور خان بہادر سعد اللہ خان کو نائب صدور' جبکہ بیرسٹر محمد اسماعیل غزنوی کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

مولانا محمد شعیب نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے' جبکہ مولانا مدرار اللہ مدرار نے جمعیت العلمائے صوبہ سرحد کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کے لئے شبانہ روز محنت کی۔ مولانا مدرار اللہ مدرار اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد شعیبؒ نے ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی اور اس موقع پر قائداعظم سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا۔

لاہور سے واپسی کے بعد مولانا مدرار اللہ مدرار نے ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ سرحد کے عوام کو پاکستان کا ہمنوا بنانے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔ ۲۶ر اپریل ۱۹۴۲ء کو مردان میں اپنی قیام گاہ پر صوبہ سرحد کے علماء کرام کا ایک اجلاس طلب کیا جس میں پاکستان کے قیام کے لئے کوششیں تیز کرنے اور اس مقصد کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا عزم کیا گیا۔ اس موقع پر جمعیت العلمائے صوبہ سرحد کی تشکیل نو کی گئی اور مولانا مدرار اللہ مدرار کو اس کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا کی تحریک پر متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں پاکستان کو برصغیر کے مسلمانوں کا سیاسی اور مذہبی نصب العین قرار دیا گیا۔

مولانا مدرار اللہ مدرار نے ایک خط کے ذریعے قائداعظم محمد علی جناح کو اجلاس کی کارروائی سے آگاہ کیا اور

انہیں حصول پاکستان کی جدوجہد میں علماء صوبہ سرحد کی طرف سے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ آپ کے اس خط کے جواب میں قائداعظم نے ۲ر جون ۱۹۴۲ء کو انہیں شکریہ کا خط ارسال کیا جس میں قیام پاکستان کے لئے مولانا اور دیگر علماء سرحد کی کوششوں کو سراہا گیا۔

۱۹۴۲ء میں ایک موقع پر جب مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریر میں کہا کہ ''پاکستان اسلامی روح کے منافی ہے'' اور متحدہ قومیت پر زور دیا تو مولانا مدرار اللہ مدرار نے جمعیت العلماء صوبہ سرحد کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اس کی تردید میں ''پاکستان اور متحدہ قومیت پر مذہب اسلام کی روشنی میں مدلل بحث'' کے زیرعنوان ایک مبسوط مقالہ لکھا جو موقر روزنامہ ''زمیندار'' لاہور نے ۷ر جولائی سے ۱۶ر جولائی ۱۹۴۲ء تک چھ اقساط میں شائع کیا۔ اس مقالے میں مولانا مدرار اللہ مدرار نے یہ ثابت کیا کہ پاکستان اسلامی روح کے عین مطابق ہے اور اس کے مقابلے میں اکھنڈ بھارت اور متحدہ قومیت اسلام کے منافی ہے۔

جون ۱۹۴۳ء میں مولانا کو ضلع مردان مسلم لیگ کا سیکرٹری اطلاعات جبکہ پراونشل مسلم لیگ صوبہ سرحد کے مجلس عاملہ اور آرگنائزنگ کمیٹی مسلم لیگ صوبہ سرحد کا ممبر بھی مقرر کیا گیا۔ آپ نے ۲۴ر اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں مسلم لیگ کے مندوب کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس موقع پر قائداعظم نے مولانا کو شرف ملاقات بخشا۔ اس ملاقات میں قائداعظم نے مولانا مدرار اللہ مدرار پر زور دیا کہ وہ آزاد قبائل میں مسلم لیگ کو مضبوط بنانے، منظم کرنے اور انہیں مطالبہ پاکستان پر متحد کرنے کیلئے کوششیں تیز کریں۔ (بحوالہ روزنامہ ''احسان'' لاہور، ۳ر مئی ۱۹۴۳ء)

دہلی سے واپسی کے بعد مولانا مدرار اللہ مدرار نے اپنے بھائی مولانا محمد شعیب اور مولانا عبدالرؤف نوشہرہ کے ہمراہ آزاد قبائل مہمند، صافی، قندہاری، باجوڑ اور چارمنگ کا دورہ کیا اور قبائل کے مشہور پیر طریقت حضرت بابڑہ ملا صاحب کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت گل صاحب کو قائداعظم و مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت گل صاحب نے مولانا مدرار اللہ مدرار کو قائداعظم کے نام ایک پیغام دیا اور فرمایا کہ مسلمانانِ ہند کی خودمختار اور آزاد مملکت پاکستان کے لئے ہمارا مکمل اور پرخلوص تعاون قائداعظم کے ساتھ ہے۔ مولانا مدرار اللہ مدرار نے قائداعظم کو اپنے دورے کی رپورٹ ارسال کی۔ ان دنوں قائداعظم کشمیر کے دورے پر تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے ۶ر جولائی ۱۹۴۴ء کو مولانا کو شکریہ کا ایک مکتوب ارسال فرمایا۔

۲۴ر نومبر ۱۹۴۵ء کو قائداعظم مردان کے دورے پر تشریف لائے۔ اس دورے کی کامیابی میں بھی مولانا نے نمایاں کردار ادا کیا۔ فروری ۱۹۴۷ء میں صوبہ سرحد میں سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز مردان سے کیا گیا۔ پروگرام کے مطابق ۳ر مارچ ۱۹۴۷ء کو مولانا نے مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کی۔ مردان کی عدالتوں کو گھیرے میں لے

کر مولانا نے جج کو کرسی سے اتارا اور عدالت کے کام کو معطل کر کے خود کرسی عدالت پر بیٹھ گئے۔ بعد میں پولیس کی بھاری نفری نے مولانا کو ان کے دوسرے ساتھیوں خان غلام سرور خان مہمند اور ملک میر اکبر خان کے ہمراہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ قیام پاکستان کے اعلان ۳ جون ۱۹۴۷ء کے بعد آپکو دوسرے سیاسی قیدیوں کے ہمراہ رہا کر دیا گیا۔

ریفرنڈم میں سرحد کے مسلمانوں کو اپنا حق استصواب پاکستان کے حق میں استعمال کرنے کیلئے آپ نے کافی محنت سے کام لیا۔ ۲۴ ر جون ۱۹۴۷ء کو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صوبہ سرحد کے دورے پر تشریف لائے تو انہوں نے اپنے دورے کا آغاز مردان سے کیا۔ ان دوروں میں مولانا مدرار حضرت عثمانی کے ساتھ رہے۔ چنانچہ مولانا مدرار اور ان کے حلیف علمائے کرام نے جمعیت العلماء صوبہ سرحد کے پلیٹ فارم سے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی رہنمائی میں اپنی ولولہ انگیز تقاریر کے ذریعے انڈین کانگریس اور اسکی ذیلی سرحدی تنظیم کو اس طرح بے نقاب کیا کہ مسلمانانِ سرحد نے ریفرنڈم میں بھاری اکثریت سے اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں استعمال کر کے قیام پاکستان کے خلاف ہندو کانگریس کی ریشہ دوانیوں کو خاک میں ملا دیا۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو مولانا نے اردو اور پشتو میں ایک ہفت روزہ اخبار ''نوائے ملت'' مردان کا اجراء کیا جو ۱۹۸۵ء تک باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔

دسمبر ۱۹۸۲ء کو آپ ضلع مردان کے ڈسٹرکٹ خطیب مقرر ہوئے۔ آپ بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں جن میں بینات، شاتم رسول ﷺ شرع کی نظر میں، تجلیات صدیقی (اول ادبی انعام یافتہ)، جہاد کشمیر، پرویز اور قرآن، چاند کی تسخیر اور قرآن حکیم، خان عبدالغفار خان، سیاست اور عقائد، مدرار الفتاویٰ، عصمت انبیاء علیہم السلام، تحقیق ربا، تحریف قرآن کا فتنہ کے علاوہ پشتو زبان میں لکھی گئی بایزید انصاری (پیر تاریک) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا مدرار اللہ مدرار نے روزمرہ کے ضروری مسائل میں عامۃ الناس کی رہنمائی کیلئے تقریباً ایک ہزار فتوے جاری کیئے ہیں۔ آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ انکی رحلت کے بعد مرشد کامل، قطب عالم حضرت مولانا محمد عبدالمالک صدیقی نقشبندیؒ نے آپ کو اپنا خلیفہ مجاز مقرر فرمایا۔ ۱۴ ر ستمبر ۱۹۸۷ء کو خان فدا محمد خان گورنر صوبہ سرحد نے مولانا مدرار اللہ مدرار کو تحریک پاکستان میں ناقابل فراموش کردار انجام دینے پر حکومت صوبہ سرحد کی طرف سے پاکستان میڈل سے نوازا۔

یکم فروری ۱۹۹۴ء کو آپ اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ آپ کی وفات کے بعد ۱۴ ر اگست ۱۹۹۴ کو میاں منظور احمد وٹو، وزیر اعلیٰ پنجاب نے تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ لاہور کی طرف سے مولانا مدرار کو قیام پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دینے پر تحریک پاکستان گولڈ میڈل سے نوازا۔

تذکرۂ فضلاءِ حقانیہ

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
رُکن القاسم اکیڈمی

فضلاءِ حقانیہ کی تالیفی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی، فضلاء حقانیہ کے علمی، ادبی، تحریری، تصنیفی اور تالیفی خدمات پر کام کررہے ہیں۔اس سلسلہ کی سب سے پہلی قسط دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، بزرگ عالم دین، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد زمان حقانی صاحب کا مختصر تذکرہ انکی تصنیفات کا اجمالاً تعارف ہے۔علم وادب، تحریر اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے تمام فضلاء حقانیہ سے درخواست ہے کہ اپنا مختصر تعارف، خدمات اور تصنیفات وتالیفات کا تعارف مولانا موصوف یا ادارہ الحق کے نام بھیجیں تاکہ وہ اس عظیم تاریخی کام کو بہ سہولت آگے بڑھا سکیں۔رابطہ ایڈریس: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی، رُکن القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ ---- (ادارہ)

حضرت مولانا محمد زمان حقانی صاحب مدظلہ

حضرت مولانا محمد زمان حقانی بن محمد شہزاد ۲رفروری ۱۹۴۵ء کو کلاچی میں پیدا ہوئے۔بچپن میں والد کا سایہ سر سے اُٹھا، تو والدہ محترمہ نے ان کی تربیت وپرورش میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔آپ نے قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم اپنے علاقہ کے مشہور بزرگ مولوی عبدالواحد شکرزئی کے پاس مکمل کی۔پرائمری سے فراغت کے بعد حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی کے مشورہ سے درسِ نظامی میں داخلہ لیا۔۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۲ء تک مدرسہ جامعہ عربیہ نجم المدارس میں رہے اور موقوف علیہ تک تعلیم جید ماہر اساتذۂ کرام سے حاصل کی۔دورۂ حدیث کیلئے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ لیا اور اس وقت کے مشاہیر شیوخ الحدیث سے صحاح ستہ اور باقی کتب حدیث پڑھیں۔چنانچہ بخاری شریف اور ترمذی شریف محدثِ کبیر، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سے، مسلم شریف صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم زروبویؒ سے، ابوداؤد اور مؤطین مولانا مفتی محمد یوسفؒ سے اور طحاوی شریف شہید علم مولانا محمد علی سواتیؒ سے پڑھیں۔اسی سال ۱۹۶۳ء میں وفاق المدارس العربیہ کا امتحان اعلیٰ نمبرات سے پاس کیا اور دارالعلوم میں دوسرے نمبر پر رہے۔

۱۹۶۴ء میں جب ضیغم اسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے پہلی بار اپنے مدرسہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ تخصص فی الحدیث کی بنیاد رکھنی چاہی، تو پورے پاکستان سے صرف چھ طلباء کو داخلہ دینے کا پروگرام بنایا۔تین طلباء مغربی پاکستان اور تین ہی مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) سے۔ملک کے سینکڑوں سے زائد طلباء جو دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے تھے کے پرچے ملاحظہ فرما کر صرف چھ کا انتخاب فرمایا۔ان چھ میں دارالعلوم کے فارغ التحصیل مولانا محمد زمان حقانی بھی تھے۔

فتنۂ انکارِ حدیث : اسی دوران یہ حقانی فاضل الحاد وزندقہ خصوصاً فتنۂ انکار حدیث کے متعلق مضامین لکھتے رہے، جو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان مجلہ ماہنامہ ''الحق'' کے جلد اوّل میں ۲۸ صفحات پر مشتمل چار اقساط میں ''بخاری اور دیگر کتب حدیث پر تمنا عنادی کے الزامات کی حقیقت'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اسی طرح ایک اور مضمون ''علماءِ اسلام کی تصریحات'' جلد ا شمارہ ۸ میں شائع ہوا۔ ''الحق'' کے بعد پاک وہند کے مشہور دینی رسائل وجرائد نے اہتمام کے ساتھ یہ مضامین شائع کیں۔ مثلاً دارالعلوم دیوبند، بینات اور الصدیق وغیرہ۔

۲۰۰۶ء میں ملحدین ومنکرینِ حدیث نے توہین رسالت پر مبنی کی وجہ سے مسلمانانِ عالم کے قلوب میں اشتعال پیدا کیا اور پورے عالم اسلام میں اس کے خلاف نفرت کا اظہار ہوا، تو مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے اپنے ستاد کے یہی مضامین ''الحق'' سے نکال کر یکجا شائع فرمائے۔ ملک کو مشہور رسائل وجرائد نے اس پر بے لاگ تبصرے بھی کیئے۔ القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نے اس کتاب کو ظاہری وباطنی خوبیوں سے مرصع شائع کیا ہے۔

المصنفات فی الحدیث: حضرت مولانا محمد زمان حقانی کے درجہ تخصص کے مقالہ "الکتب المدوّنة فی الحدیث و خصائصها و اصنافها" کا اردو ترجمہ ہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں: درجہ تخصص فی الحدیث میں آپ محدث العصر حضرت بنوریؒ کے ہاں داخل ہوئے اور الحمدللہ دو سال کے بعد (دوسرے اُمور کے علاوہ) ''المصنفات فی الحدیث'' کے موضوع پر عظیم علمی اور تاریخی مقالہ تحریر فرمایا، جس کے متعلق محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے: ''حدیث کی کتابوں کا تفصیلی تعارف تو اپنی جگہ شائقین اتنی ڈھیر ساری حدیث کی کتابوں کے نام بھی پڑھ لیں تو یہ بھی ایک سعادت ہے''۔ ''مصنفات فی الحدیث کے موضوع پر یہ عظیم تاریخی وتحقیقی شاہکار ڈیڑھ صد مختلف کتب سے مرتب کیا گیا ہے۔ میری ناقص معلومات کی حد تک ۱۰۰۰ھ تک اکثر مصنفاتِ حدیث یکجا تذکرہ اس تفصیل وترتیب سے اردو میں اس وقت تک میری نظر سے نہیں گذرا'' (المصنفات فی الحدیث ص: ۳۳)

کتاب ''المصنفات فی الحدیث'' علمی حلقوں اور رسائل وجرائد سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔

تخصص فی الحدیث سے فراغت کے بعد تا حال مدرسۂ جامعہ عربیہ نجم المدارس کلاچی میں درس وتدریس کے مبارک مشغلہ میں مصروف ہیں، جہاں آپ نے بارہ سال پڑھا ہے۔

مولانا محمد زمان، ایک صاحب دل، سادہ زندگی کے پیکر، شہرت ونمود سے کوسوں دور شخصیت کے حامل اور اخلاص وللٰہیت کا ایک چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں: ''ان ٹوٹی پھوٹی تدریسی اور دیگر علمی خدمات کی توفیق ارزانی محض فضل خداوندی اور اساتذہ وبزرگانِ دین بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ نسبت اور اساتذہ کی شفقت وتوجہات کا نتیجہ ہے ورنہ یہ گناہ گار، سراپا خطا کار ہرگز اس لائق نہیں کہ حقانیہ کے فضلاء ومصنفین کی فہرست میں شامل کیا جائے''۔ بہرحال جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو بجا طور پر ایسے روحانی فرزندوں پر فخر ہے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے پندرہ روزہ ''اذان حق'' اخبار کا اجراء:

دارالعلوم حقانیہ کے الحمدللہ تمام شعبہ جات دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں اور نئے نئے شعبہ اللہ کی خصوصی نصرت کے باعث قائم ہو رہے ہیں۔ طلباء کرام کی طرف سے پندرہ روزہ ''اذان حق'' اخبار کا قیام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ اخبار خالصتاً طلباء کرام کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اور دارالعلوم کے طلباء اس اخبار کا کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ جسمیں طلباء کے مضامین اور دینی مدارس سے متعلقہ خبریں اور ادبی اصناف پر تبصرہ اور مضامین شامل ہوتے ہیں۔ اہل خیر حضرات سے اس نوزائیدہ اخبار کی کامیابی کے لئے تعاون کی اپیل بھی ہے۔

دارالعلوم کے سابق ناظم دفتر حاجی غفران الدین ودیگر کی وفات:

دارالعلوم کے سابق ناظم دفتر اہتمام اور دارالعلوم کے ہائی سکول کے استاد حاجی غفران الدین گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ مرحوم کئی برس دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں دیانت دارانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مرحوم نیک، پاک اور نہایت کم گو انسان تھے۔ کافی عرصہ سے بیمار اور صاحب فراش تھے۔ مرحوم کے پسماندگان سے ادارہ کے تمام افراد دلی تعزیت کرتے ہیں اور ان کے رفع درجات کے لئے قارئین سے بھی خصوصی دعاؤں کی اپیل ہے، اسی طرح دارالعلوم کے سابق بانی اراکین شوریٰ کے جناب حاجی غلام محمد مرحوم کے صاحبزادے جناب حاجی غلام رسول بھی گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ مرحوم مخلص، شریف اور خداترس انسان تھے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور نائب مہتمم صاحب مدظلہ نے اس موقع پر ان کے گھر جا کر تعزیت کی۔ ان کے رفع درجات کے لئے بھی دعاؤں کی اپیل ہے۔ اسی طرح خانوادہ حقانی کے مخلص مولانا صاحب حسین حقانی کے چچا سید واحد بھی گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ مرحوم نیک، رحمدل اور خداترس انسان تھے۔ دارالعلوم کے اساتذہ نے جنازہ میں شرکت کی۔ اسی طرح دارالعلوم کے ایک اور مخلص اور ماہنامہ الحق کے پرانے خریدار حضرت مولانا سید احمد شاہ، خطیب جامع مسجد گلی باغ مردان، کچھ عرصہ قبل انتقال فرما گئے۔ مرحوم کئی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ آپ علاقے کی فعال دینی اور فلاحی شخصیت تھے۔ عمر بھر مسجد و مدرسہ اور خیر وفلاح کے کاموں میں بسر کی۔ الحق کے بہت پرانے شیدائیوں میں سے تھے۔ ادارہ آپ کی ناگہانی وفات پر آپ کے پسماندگان اور صاحبزادگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: المهند الديوبندی علی عنق المفتری (علماء دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات)

مؤلف: حافظ نثار احمد الحسینی　ضخامت: ۱۲۲ صفحات ۔ قیمت: ۸۲روپے

ناشر: مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام محلہ زاہد آباد۔ حضرو اٹک

ایک عرصہ سے اکابرین دیوبند رحمہم اللہ کے خلاف ایک منظم اور بین الاقوامی سازش کے تحت ایک متعصبانہ مہم چلائی جارہی ہے اور اس ضمن میں غیر مقلدین پیش پیش ہیں۔ اگر ان حضرات کے ساتھ غیر مقلدین اختلاف علم اور استدلال کی حد تک محدود ہوتا تو یہ بات قرین قیاس بھی ہے اور معقول بھی کیونکہ عالم اسلام میں مختلف مسالک کے پیروکار موجود ہیں۔ اوران کا آپس میں اختلاف مسلّم ہے۔ ہر ایک اپنے مذہب پر عمل پیرا اور اپنے دلائل پر مطمئن ہے' لیکن اختلاف کو اس حد تک پہنچانا کہ اپنے مخالف پر کیچڑ اچھالی جائے اس پر دشنام طرازی کی جائے اور پھر ایسی باخدا پاکباز اور خداترس ہستیوں پر جن کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے' جن کے علم وعمل اور تقویٰ وتدین پر خود علم وتقویٰ کو ناز ہو'یہ انتہائی نازیبا اور قابل صد نفرین حرکت ہے۔____ زیر تبصرہ مختصر کتاب میں اسی طرح کے ایک غیر مقلد زبیر علی زئی نے اکابرین دیوبند پر جھوٹے الزامات اور اتہامات کی بوچھاڑ کردی ہے۔ جس کا انتہائی سنجیدہ اور متین انداز میں مولانا حافظ نثار احمد الحسینی نے دیا ہے۔ کتاب مختصر ہونے کے باوجود انتہائی معلومات افزاء ہے جس میں غیر مقلدین کے عقائد کے بعض مخفی گوشے بھی آشکارا کئے گئے ہیں۔ دیوبندیت سے وابستہ ہر فرد کیلئے اس کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

کتاب: تبلیغی جماعت اشاعت التوحید کے نشانہ تنقید پر　　مولانا حافظ احمد الحسینی مدظلہ

ضخامت: ۳۶ صفحات۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام محلہ زاہد آباد۔ حضرو اٹک

تبلیغی جماعت جن کی دعوتی سرگرمیاں اور اسلام کی ترویج اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے ان کی کوششیں کسی سے مخفی نہیں اور لاکھوں بندگان خدا اسی تحریک کی وجہ سے راہ راست پر آگئے۔ مگر افسوس کہ دو ایک سال قبل ان کے خلاف اشاعۃ التوحید والسنۃ کی طرف سے انتہائی گمراہ کن کتاب تحفۃ الاشاعت کے نام سے مارکیٹ میں آگئی۔ جس میں ہمارے اکابرین کو بھی نہیں بخشا گیا۔ جبکہ اس پر اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام ذمہ داروں کی تائیدی تقریظات بھی موجود ہیں۔ محترم مولانا حافظ نثار الحسینی نے زیر تبصرہ مختصر رسالہ میں اس پر نقد وتبصرہ کیا ہے جو کہ انتہائی مفید اور بروقت اقدام ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے بروقت اس کا نوٹس لے کر عوام کو اس کتاب کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچایا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا مفصل اور مدلل جواب دیا جائے۔ اور اس پر مزید تحقیق کی جائے۔ امید ہے حافظ صاحب اس معروض پر توجہ فرمادیں گے۔

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!

جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے

مسواک

ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک
جو ہے مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے
دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں۔

مسواک Advantage یعنی ہر دم۔ ہر پل

ہمدرد

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک